نے حضرت خالد سے کہا تم اسلام میں جاہلیت والا کام کر رہے ہو حضرت خالد نے کہا میں نے تو آپ کے باپ (کے قتل) کا بدلہ لیا ہے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا غلط کہتے ہو۔ اپنے باپ کے قاتل کو تو میں نے خود قتل کیا تھا تم نے تو اپنے چچا فاکہ بن مُغیرہ کا بدلہ لیا ہے۔ اس پر دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی جب حضورؐ کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا اے خالد! نرمی سے بات کرو۔ میرے (پرانے) صحابہؓ کو چھوڑے رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہیں اُحد پہاڑ کے برابر سونا مل جائے اور پھر تم اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دو تب بھی تم میرے (پرانے) صحابہؓ میں سے کسی ایک کی ایک صبح یا ایک شام (کے اجر) کو نہیں پہنچ سکتے ہو۔[1]

حضرت صخر احمسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو ثقیف سے غزوہ کے لیئے تشریف لے چلے تو جب حضرت صخر نے یہ خبر سُنی تو وہ حضورؐ کی مدد کرنے کے لیئے گھوڑے سواروں کی جماعت لے کر چلے جب وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو حضورؐ واپس مدینہ تشریف لے جا چکے تھے اور بنو ثقیف کا قلعہ اور محل ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا۔ حضرت صخر نے عہد کیا کہ میں اس وقت تک اس قلعہ اور محل کو نہیں چھوڑوں گا جب تک اس قبیلہ والے حضورؐ کے فیصلہ پر نہیں اُتر آتے۔ چنانچہ وہ وہیں ٹھہر گئے اور انہوں نے اس وقت اس قلعہ اور محل کو چھوڑا جب وہ لوگ حضورؐ کے فیصلہ پر اُتر آئے اور حضورؐ کی خدمت میں یہ خط لکھا:

اما بعد! یا رسول اللہ! قبیلہ بنو ثقیف نے آپ کے فیصلہ پر اُترنا قبول کر لیا ہے۔ میں انہیں لے کر آ رہا ہوں وہ میرے گھوڑے سواروں کے ساتھ ہیں۔ حضورؐ نے (جمع کرنے کے لیئے) اَلصَّلاۃُ جَامِعَۃ اعلان کرایا (کہ نماز میں سب آ جائیں کوئی اہم کام ہے) پھر حضورؐ نے (حضرت صخر کے قبیلہ) احمس کے لیئے دس مرتبہ یہ دُعا کی اے اللہ! قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادہ لوگوں میں برکت فرما دے۔ جب یہ لوگ آ گئے تو حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے بات کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت صخر نے میری پھوپھی کو گرفتار کیا ہوا ہے حالانکہ وہ بھی اس دین میں داخل ہو چکی ہیں جس میں باقی تمام مسلمان داخل ہیں حضورؐ نے حضرت صخر کو بلا کر فرمایا اے صخر! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو (اسلام لانے کی وجہ سے) ان کی جان اور مال سب محفوظ ہو جاتا ہے اس لیئے تم مُغیرہ کو ان کی پھوپھی دے دو۔ انہوں نے حضرت مُغیرہ

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۱۳)

قدموں کے نیچے (زمین میں دفن) کر دو۔ حضرت علیؓ اپنے ساتھ بہت سا مال لے کر ان لوگوں کے پاس گئے یہ مال حضورؐ نے ان کو دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کے تمام قتل ہونے والے افراد کا خون بہا ادا کر دیا اور ان کا جتنا مال لیا گیا تھا اس کا بدلہ بھی دیا یہاں تک کہ کتے کے پانی پینے کے برتن کا بدلہ بھی دیا یہاں تک کہ اس قبیلہ کی طرف سے نہ خون کا مطالبہ رہا اور نہ کسی قسم کے مال کا۔ حضرت علیؓ کے پاس مال بچ گیا۔ فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کیا ایسا جانی یا مالی نقصان رہ گیا ہے جس کا بدلہ تم لوگوں کو نہ ملا ہو؟ ان لوگوں نے کہا نہیں حضرت علیؓ نے کہا ہو سکتا ہے کہ ایسا مالی یا جانی نقصان ابھی باقی ہو جسے نہ تم جانتے ہو اور نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے یہ جتنا مال باقی رہ گیا ہے یہ سارا مال میں آپ لوگوں کو احتیاطاً دے دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے باقی سارا مال بھی انہیں دے دیا اور واپس پہنچ کر حضورؐ کو ساری کارگزاری سنائی حضورؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا۔ پھر حضورؐ کھڑے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اُٹھایا کہ بغلوں کے نیچے کا حصہ نظر آنے لگ گیا اور آپ نے تین دفعہ فرمایا اے اللہ! خالد بن ولید نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی (وہ مسلمان تو ہو گئے لیکن) اَسْلَمْنَا (ہم مسلمان ہو گئے) نہ کہا صَبَأْنَا صَبَأْنَا (ہم نے دین بدل لیا) کہنے لگے حضرت خالد نے سب کو گرفتار کر کے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی دے دیا۔ ایک دن جب صبح ہوئی حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! نہ میں اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی کرے گا۔ ساتھیوں نے واپس پہنچ کر حضورؐ سے حضرت خالد کے اس فعل کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دو مرتبہ فرمایا اے اللہ! جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اس سے بری ہوں [2] ابن اسحاق کہتے ہیں جو روایت مجھے پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی آپس میں اس بارے میں تیز گفتگو بھی ہوئی تھی چنانچہ حضرت عبدالرحمنؓ

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق [2] عند احمد و رواہ البخاری والنسائی من حدیث عبدالرزاق۔ نحوہ۔

رَسُوْلُ اللّٰہ پڑھتا ہے۔ اس آدمی نے کہا جی ہاں (وہ پڑھتا ہے) حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اسے چھوڑ دیں کیونکہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب وہ یہ کلمۂ شہادت پڑھ لیں تو پھر ان کا خون اور مال لینا میرے لیے حرام ہو جاتا ہے ہاں ان میں کوئی شرعی حق بنتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے اور ان کا حساب اللہ خود لیں گے [1]

حضرت عبداللہ بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی ایک منافق کو قتل کرنے کے بارے میں چپکے سے بات کرنے کی حضورؐ سے اجازت مانگنے لگا حضورؐ نے اسے اونچی آواز سے فرمایا کیا وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی نہیں دیتا؟ اس آدمی نے کہا گواہی دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کیا وہ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا ہے؟ اس نے کہا پڑھتا ہے لیکن اس کی نماز کا اعتبار نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا ان ہی لوگوں (کو قتل کرنے) سے مجھے روکا گیا ہے [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میرے پاس میرے کسی صحابی کو بلاؤ میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ کو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عمرؓ کو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آپ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عثمانؓ کو۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ جب وہ آگئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا ذرا ایک طرف کو ہٹ جاؤ۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ سے کان میں بات کرنی شروع کر دی اور حضرت عثمانؓ کا رنگ بدل رہا تھا جب یَوْمُ الدَّار آیا (جس دن حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا) اور حضرت عثمانؓ گھر میں محصور ہو گئے تو ہم نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ (باغیوں سے) جنگ نہیں کریں گے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں۔ حضورؐ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا میں اس عہد پر ڈٹا رہوں گا چاہے ہوں گا [3]

---

[1] اخرجہ احمد والدارمی والطحاوی والطیالسی [2] عند عبدالرزاق والحسن بن سفیان کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۷۸) [3] اخرجہ احمد تفردبہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۱۸۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۴) عن ابن سہلۃ بمعناہ الطول منہ وزاد قال ابو سہلۃ فیردون انہ ذلک الیوم۔

کو ان کی پھوپھی دے دی اور حضرت صخر نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبیلہ بنو سُلیم ایک پانی یعنی ایک چشمہ پر رہا کرتے تھے وہ اسلام نہیں لائے اور وہ پانی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں یا رسول اللہ! وہ پانی مجھے اور میری قوم کو دے دیں ہم لوگ وہاں رہا کریں گے حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اور وہ پانی حضورؐ نے انہیں دے دیا۔ پھر قبیلہ بنو سُلیم مسلمان ہو گیا انہوں نے آکر حضرت صخر سے اپنے پانی کا مطالبہ کیا حضرت صخر نے انہیں پانی دینے سے انکار کر دیا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ہم حضرت صخر کے پاس گئے تھے تاکہ وہ ہمیں ہمارا پانی دے دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا ہے حضورؐ نے فرمایا اے صخر! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو ان کا مال اور جان سب کچھ محفوظ ہو جاتا ہے لہٰذا ان کا پانی انہیں واپس کر دو۔ حضرت صخر نے کہا بہت اچھا اے اللہ کے نبی! حضرت صخر فرماتے ہیں پہلے حضورؐ نے مجھ سے حضرت مُغیرہ کو ان کی پھوپھی واپس دلوائی اور اب بنو سُلیم کو ان کا پانی واپس دلوا رہے تھے تو اس وجہ سے حضورؐ کو بہت شرم آرہی تھی تو میں نے دیکھا کہ شرم کی وجہ سے حضورؐ کا چہرہ سُرخی میں بدل رہا تھا۔[1]

مسلمان کو قتل کرنے سے بچنا اور مُلک کی وجہ سے لڑنے کا ناپسندیدہ ہونا

حضرت اَوس بن اَوس ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ مدینہ مُنوّرہ میں مسجد نبوی کے اندر ایک خیمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اتنے میں ایک آدمی آکر حضورؐ سے چُپکے چُپکے بات کرنے لگ گیا ہمیں پتہ نہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے آپ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ اسے قتل کر دیں پھر حضورؐ نے اسے بلا کر فرمایا شاید وہ کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

---

[1] اخرجہ ابوداؤد وتفرد بہ ابوداؤد وفی اسنادہ اختلاف کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۵) و اخرجہ ایضا احمد والدارمی وابن راہویہ والبزار وابن ابی شیبۃ والطبرانی فی نصب الرایۃ (ج ۳ ص ۴۱۲) والفریابی فی مسندہ والبغوی وابن شاہین کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۸۰) والبیہقی فی سننہ (ج ۹ ص ۱۱۴)

حضرت ابُولیلیٰ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے میں بھی ان دنوں وہاں ہی تھا۔ ایک دن حضرت عثمانؓ نے دریچہ سے باہر جھانک کر (باغیوں سے) فرمایا:

"اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو (اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو) مجھ سے توبہ کرالو۔ اللہ کی قسم! اگر تم مجھے قتل کروگے تو پھر کبھی بھی تم اکٹھے نہ نماز پڑھ سکوگے، اور نہ دشمن سے جہاد کرسکوگے اور تم لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرکے فرمایا تمہارا حال بھی ایسا ہو جائے گا پھر یہ آیت پڑھی: یَا قَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ

(سورت ہود آیت ۸۹)

ترجمہ: "اے میری قوم! میری ضد تمہارے لیئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسی قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی۔"

حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا آپ اپنا ہاتھ (ان باغیوں سے) روک کر رکھیں اس سے آپ کی دلیل زیادہ مضبوط ہوگی (قیامت کے دن)[1]

حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور میں نے ان سے کہا آپ تمام لوگوں کے امام ہیں اور یہ مصیبت جو آپ پر آئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں میں آپ کے سامنے تین تجویزیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جونسی چاہیں اختیار فرمالیں یا تو آپ گھر سے باہر آکر ان باغیوں سے جنگ کریں کیونکہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اور بہت زیادہ قوت ہے اور پھر آپ حق پر ہیں اور یہ باغی لوگ باطل پر ہیں یا آپ اپنے اس گھر سے باہر نکلنے کے لیئے پیچھے کی طرف ایک نیا دروازہ کھول لیں کیونکہ پرانے دروازے پر تو یہ باغی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس وقت محصور تھے اس وقت انہوں نے جھانک کر اپنے ساتھیوں سے پوچھا آپ لوگ مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی آدمی کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو وہ شادی کے بعد زنا کرے اس صورت میں اسے رجم کیا جائے گا یعنی پتھر مار مار کر مار دیا جائے گا یا وہ کسی کو عمداً جان بوجھ کر قتل کردے اس صورت میں اسے بھی بدلہ میں قتل کردیا جائے گا یا اسلام لانے کے بعد نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ مُرتد ہوجائے (اگر سمجھانے سے اسلام میں واپس نہ آیا تو) اسے اِرتداد کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو زمانۂ جاہلیت میں کبھی زنا کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کے بدلہ میں مجھے قتل کیا جائے اور نہ اسلام لانے کے بعد میں مُرتد ہُوا ہوں (میں تو اب بھی مسلمان ہوں) اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ [1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں بھی آپ کے ساتھ گھر میں تھا گھر میں ایک جگہ ایسی تھی کہ جب ہم اس میں داخل ہوتے تو وہاں سے بلا اہتمام بیٹھے ہوئے لوگوں کی تمام باتیں سن لیتے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ کسی ضرورت سے اس میں گئے جب وہاں سے باہر آئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا انہوں نے فرمایا وہ لوگ تو اب مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں ہم نے کہا اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ ان سے آپ کی کفایت فرمائیں گے۔ پھر انہوں نے فرمایا! یہ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو آدمی مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوجائے یا شادی کے بعد زنا کرے یا ناحق کسی انسان کو قتل کردے (میں نے تینوں میں سے کوئی کام نہیں کیا ہے) اللہ کی قسم! نہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں کبھی زنا کیا ہے اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ اور جب سے اللہ نے مجھے دین اسلام کی ہدایت دی ہے کبھی بھی میرے دل میں اس دین کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرنے کی تمنا پیدا نہیں ہوئی ہے اور نہ میں نے ناحق کسی کو قتل کیا ہے تو اب یہ لوگ مجھے کس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ [2]

---

[1] اخرجہ احمد ورواہ النسائی کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۷۹) [2] عند احمد ایضا وقد رواہ اہل السنن الاربعۃ وقال الترمذی حسن کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۷۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۶) عن ابی امامۃ مثلہ۔

دے کر کہتا ہوں کہ کوئی آدمی میری وجہ سے نہ اپنا خون بہائے اور نہ کسی اور کا۔[1] ابن سعدؒ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے اس وقت میں نے ان سے کہا آپ ان باغیوں سے جنگ کریں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنا آپ کے لیے حلال کر دیا ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ میں ان سے کبھی جنگ نہیں کروں گا آگے اور حدیث ذکر کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں محاصرہ کے زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے میرے سب سے زیادہ کام آنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے ہاتھ اور ہتھیار کو روک لے (اور باغیوں پر ہاتھ نہ اٹھائے)[2] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اور کہہ رہے ہیں اگر آپ فرمادیں تو ہم دو مرتبہ اللہ کے انصار بن کر دکھا دیں (ایک مرتبہ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تھی دوسری مرتبہ آج ان باغیوں سے جنگ کر کے) حضرت عثمانؓ نے فرمایا لڑنا تو بالکل نہیں ہے۔[3] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محاصرہ کے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں ایسے سات سو حضرات تھے کہ اگر حضرت عثمانؓ ان کو اجازت دے دیتے تو وہ حضرات مار مار کر باغیوں کو مدینہ سے باہر نکال دیتے ان حضرات میں حضرت ابن عمرؓ، حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔[4]

حضرت عبداللہ بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کب تک ہمارے ہاتھوں کو روکے رکھیں گے؟ ہمیں تو یہ باغی لوگ کھا گئے کوئی ہم پر تیر چلاتا ہے کوئی ہمیں پتھر مارتا ہے کسی نے تلوار سونتی ہوئی ہے لہٰذا آپ ہمیں (ان سے لڑنے کا) حکم دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میرا تو ان سے لڑنے کا بالکل ارادہ نہیں۔ اگر میں ان سے جنگ کروں تو میں یقیناً ان سے محفوظ ہو جاؤں گا لیکن میں انہیں بھی اور انہیں میرے خلاف جمع کر کے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹) [2] اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۴۸) [3] اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۴۸) [4] اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۴۹)

اور اس نئے دروازے سے (چپکے سے) باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں کیونکہ یہ باغی لوگ مکہ میں آپ کا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے یا پھر آپ ملک شام چلے جائیں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضرت عثمانؓ نے (ایک بھی تجویز قبول نہ فرمائی اور) فرمایا میں گھر سے باہر نکل کر ان باغیوں سے جنگ کروں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں سب سے پہلے (مسلمانوں کا) خون بہانے والا میں بنوں۔ باقی رہی یہ تجویز کہ میں مکہ چلا جاؤں وہاں یہ باغی میرا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے تو میں اسے بھی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قریش کا ایک آدمی مکہ میں بے دینی کے پھیلنے کا ذریعہ بنے گا اس لیئے اس پر ساری دنیا کا آدھا عذاب ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں وہ آدمی بنوں اور تیسری تجویز کہ میں ملک شام چلا جاؤں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہؓ بھی ہیں سو میں اپنے دارِ ہجرت اور حضورؐ کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! اب تو آپ کے لیئے ان باغیوں سے جنگ کرنا بالکل حلال ہو چکا ہے (لہٰذا آپ ان سے جنگ کریں اور انہیں بھگا دیں) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہو سکتی ہے کہ تم تمام لوگوں کو قتل کر دو اور مجھے بھی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر تم ایک آدمی کو قتل کر دو گے تو گویا کہ تم نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا (جیسے کہ سورت مائدہ آیت ۳۲ میں اس کا تذکرہ ہے) یہ سُن کر میں واپس آگیا اور جنگ کا ارادہ چھوڑ دیا [2]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کے ساتھ اس گھر میں ایسی جماعت ہے جو (اپنی صفات کے اعتبار سے) اللہ کی مدد کی ہر طرح حقدار ہے ان سے کم تعداد پر اللہ تعالیٰ مدد فرما دیا کرتے ہیں۔ آپ مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں ان سے جنگ کروں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اللہ کا واسطہ

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۔ص ۲۱۱ قال الہیثمی (ج ۷، ص ۲۳۰ ۔ رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان محمد بن عبدالملک بن مروان لم اجد لہ سماعا من المغیرۃ ۔ اھ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ (ص ۴۸) کذا فی منتخب الکنز: (ج ۵ ص ۲۵)

کو جانتا ہوں [1]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے جن کا پیٹ بڑھ گیا تھا فرمایا میں اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہو۔ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اللہ کی قسم! اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ (سورت انفال آیت ۳۹)

ترجمہ "اور تم ان کفار (عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے"۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا (ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں) ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فسادِ عقیدہ شرک اور فتنہ کچھ باقی نہ رہا تھا اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو گیا تھا (اَدیانِ باطلہ سارے ختم ہو گئے تھے آج کی جنگ فتنہ ختم کرنے اور اللہ کے دین کے لیئے نہیں ہے) [2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے محاصرہ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا لوگ ضائع ہو رہے ہیں اور آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو باہر نکل کر اس جنگ میں شرکت سے کون سی چیز مانع ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ بات مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مسلمان بھائی کا خون حرام قرار دیا ہے ان دونوں آدمیوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (ترجمہ گزر چکا ہے) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فتنہ وغیرہ کچھ باقی نہیں رہا تھا اور دین صرف اللہ ہی کا ہو گیا تھا اور تم لوگ اس لیئے لڑنا چاہتے ہو تاکہ فتنہ برپا ہو اور اللہ کے علاوہ دوسروں کا دین چل پڑے [3] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ ایک سال

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۹۹) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح اھ واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۴) عن ابن سیرین مثلہ وابن سعد (ج ۳ ص ۱۰۱) عن ابن سیرین بمعناہ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۴۸) واخرجہ ابن مردویہ عن ابراہیم التیمی عن ابیہ نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۰۹) [3] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۴۸)

لانے والوں کو بھی اللہ کے حوالے کرتا ہوں کیونکہ ہم سب کو اپنے رب کے پاس جمع ہونا ہے تمہیں ان سے جنگ کرنے کا حکم میں کسی صورت میں نہیں دے سکتا حضرت سعیدؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے بارے میں کبھی کسی سے نہیں پوچھوں گا (یعنی باغیوں سے جنگ کر کے میں شہید ہو جاؤں گا زندہ نہیں رہوں گا) چنانچہ حضرت سعیدؓ نے باہر جا کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کا سر زخمی ہو گیا [1]

حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عامرؓ نے آکر حضرت سعدؓ کی خدمت میں عرض کیا اے ابا جان! لوگ تو دنیا پر لڑ رہے ہیں اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت سعدؓ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کہ میں اس فتنہ میں سردار بن جاؤں نہیں اللہ کی قسم! نہیں میں اس جنگ میں نہیں شریک ہو سکتا۔ البتہ جنگ میں شریک ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ مجھے ایک ایسی تلوار مل جائے کہ میں اگر وہ تلوار کسی مومن کو ماروں تو اس سے اُچٹ جائے اور اسے زخمی نہ کرے اور اگر کسی کافر کو ماروں تو اسے قتل کر دے (ایسی تلوار چونکہ میرے پاس ہے نہیں اس لیئے میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہوں کیونکہ) میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مالدار کو پسند فرماتے ہیں جو کہ چھپا ہوا ہو اور تقویٰ والا ہو [2]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں اور اس امر (خلافت) کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں تو آپ کیوں نہیں جنگ کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں صرف اس صورت میں جنگ کر سکتا ہوں جبکہ لوگ مجھے ایسی تلوار لا کر دیں جس کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں اور وہ تلوار مومن اور کافر کو پہچانتی ہو (اور کافر کو تو مارتی ہو لیکن مومن پر اثر نہ کرتی ہو) میں نے خوب جہاد کیا (جب کہ کافروں سے تھا اور بالکل صحیح طریقہ پر تھا آج تو مسلمانوں سے لڑا جا رہا ہے اور وہ بھی طلب دنیا کے لیئے) اور میں خوب اچھی طرح جہاد

---

[1] اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۵ ص ۲۳) [2] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۲۸۳)، واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۴) عن عمر بن سعد عن ابیہ انہ قال لی یا بنی انی الفتنۃ تامرنی۔ فذکر نحوہ۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو فرمایا ہے وہ آپ نے نہیں سُنا وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا تو جیسے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں آپ جنگ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں (مسلمانوں سے) جنگ نہ کروں اور یہ گزشتہ آیت سُنا کر مجھے قرآن پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں قتل کروں اور مجھے دوسری آیت پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے اور وہ دوسری آیت یہ ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا آخر آیت تک (سورت نساء آیت ۹۳)

ترجمہ "اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور اس کے لیے بڑی سزا کا سامان کریں گے"۔ اس آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں پھر آگے پچھلی حدیث جیسی حدیث ذکر کی۔ حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کسے کہتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے جنگ کرتے تھے اور ان مشرکوں سے لڑنے جانا بڑی سخت آزمائش کی چیز تھی اور وہ لڑائی تمہاری اس لڑائی کی طرح ملک حاصل کرنے کے لیے نہیں تھی[1]۔

حضرت ابوالعالیہ براء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن صَفْوان رضی اللہ عنہم ایک دن حَطِیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کے پاس سے گزرے۔ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا آپ کا کیا خیال ہے کیا روئے زمین پر ان سے زیادہ بہتر آدمی باقی رہ گیا ہے؟ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا جب یہ اپنا طواف ختم کر لیں تو انہیں ہمارے پاس بلا لاؤ۔ جب ان کا طواف پورا ہو گیا اور انہوں نے (طواف کے) دو رکعت نفل پڑھ لیے تو ان حضرات کے قاصد نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

---

[1] عند البخاری ایضاً و عند البخاری ایضاً کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۰۸)

حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی کتنی ترغیب دی ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا، پانچ نمازیں پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا (اور میں یہ سارے کام کر رہا ہوں میرا دین اسلام پورا قائم ہے) اس آدمی نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا جو قرآن میں ہے؟ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ (سورت الحجرات آیت ۹) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے: تم ان کفارِ (عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے۔ آپ نے فرمایا ہم نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں اس آیت پر عمل کیا تھا۔ اسلام والے تھوڑے تھے اور ہر مسلمان کو دین کی وجہ سے بہت زیادہ مصیبتیں اُٹھانی پڑتی تھیں۔ کافر ایسے قتل کر دیتے یا ایسے طرح طرح کا عذاب دیتے۔ ہم لوگ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام والے زیادہ ہو گئے اور فتنہ و فساد یعنی شرک و کفر بالکل ختم ہو گیا اس آدمی نے کہا آپ حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ (بظاہر یہ آدمی خارجی تھا) انہوں نے فرمایا حضرت عثمانؓ (سے غزوۂ اُحد کے دن دیگر صحابہؓ کے ساتھ کچھ خطا ہوئی تھی لیکن ان) کو اللہ نے معاف فرما دیا (جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ (سورت آل عمران آیت ۱۵۲) اور اللہ نے ان کو جو معاف فرمایا ہے تم اسے بُرا سمجھتے ہو۔ حضرت علیؓ تو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہیں، اور پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا اور یہ دیکھو حضورؐ کے گھروں کے بیچ میں حضرت علیؓ کا گھر ہے (یعنی حضرت علیؓ رشتہ میں بھی حضورؐ سے قریب تھے اور ان کا گھر بھی حضورؐ کے گھر سے قریب تھا)[1]

---

[1] زادہ عثمان بن صالح من طریق بکیر بن عبداللہ واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۹۲) من طریق نافع نحوہ وکذا اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۲) عن نافع۔

آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیئے آپ سے زیادہ کوئی بُرا نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں؟ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان کا خون بہایا ہے اور نہ ان میں پھوٹ ڈالی ہے اور نہ ان کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ اس آدمی نے کہا اگر آپ (خلیفہ بننا) چاہیں تو آپ کے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں گے انہوں نے فرمایا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ مجھے خلافت خود بخود ملے اور ایک آدمی کہے نہیں اور دوسرا کہے ہاں (یعنی اگر ایک آدمی بھی اختلاف کرے تو مجھے منظور نہیں ہے)۔[1]

حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے پہلے فتنہ (جو کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوا تھا) کے زمانے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ ہر سال جنگ میں حصہ نہیں لیتے؟ فرمایا میں نے اس وقت جنگ کی تھی جب کہ بت حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بُتوں کو سرزمینِ عرب سے نکال دیا۔ اب میں اس بات کو بہت بُرا سمجھتا ہوں کہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والے سے جنگ کروں۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے دل میں یہ رائے نہیں ہے (صرف کہنے کو ہے) بلکہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ایک دوسرے کو ختم کر دیں پھر آپ کے علاوہ جب اور کوئی بچے گا نہیں تو لوگ خود ہی کہنے لگیں گے امیر المومنین بنانے کے لیئے عبداللہ بن عمر سے بیعت ہو جاؤ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ بات بالکل میرے دل میں نہیں ہے بلکہ میرے دل میں یہ ہے کہ جب تم لوگ کھو گے آؤ نماز کی طرف تو میں تمہاری بات مانوں گا اور جب تم کھو گے آؤ کامیابی کی طرف تو میں تمہاری مانوں گا اور جب تم الگ الگ ہو جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا اور جب تم اکٹھے ہو جاؤ گے تو میں تم سے الگ نہیں ہوں گا۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے خلافت کے لیئے کوشش چل رہی تھی اور خوارج اور (شیعوں کے) فرقہ خشبیہ کا زور تھا ان دنوں کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا آپ ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اور

---

[1] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۱) [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۴)

اور حضرت عبداللہ بن صفوانؓ آپ کو بلا رہے ہیں۔ وہ ان دونوں حضرات کے پاس آئے تو حضرت عبداللہ بن صفوانؓ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰنؓ! امیر المومنین حضرت ابن زبیر سے بیعت ہونے سے آپ کو کونسی چیز روک رہی ہے؟ کیونکہ مکہ، مدینہ، یمن اور عراق والے سب اور اکثر اہل شام ان سے بیعت ہو چکے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جب تک تم لوگوں نے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں اور تمہارے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اس وقت تک میں تم سے بیعت نہیں ہو سکتا[1] حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ فتنہ میں پریشان ہو گئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ لوگوں کے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں اور تمام لوگ آپ پر راضی ہیں آپ باہر تشریف لائیں ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم! جب تک میری جان میں جان ہے اس وقت تک میں اپنی وجہ سے ایک سیسکی بھر خون نہیں بہنے دوں گا۔ پھر کچھ لوگوں نے اگر حضرت ابن عمرؓ کو ڈرایا اور یوں کہا یا تو آپ باہر تشریف لے چلیں ورنہ اسی بستر پر آپ کو قتل کر دیا جائے گا تو انہوں نے اس کا کچھ اثر نہ لیا اور رو ہی پیلا جواب دیا اور باہر آنے سے انکار کر دیا۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! لوگ ان کی وفات تک انہیں بیعت کرنے پر بالکل آمادہ نہ کر سکے[2]

حضرت خالد بن مہیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا ہی اچھا ہو اگر آپ لوگوں کے امر خلافت کو سنبھال لیں کیونکہ تمام لوگ آپ (کے خلیفہ بننے) پر راضی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ذرا یہ بتائیں کہ مشرق میں کسی ایک آدمی نے میرے خلیفہ بننے کی مخالفت کی تو۔ انہوں نے کہا اگر ایک آدمی نے مخالفت کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور امت کے معاملے کو سدھارنے کے لئے ایک آدمی کو قتل کرنا پڑے تو یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نیزے کا دستہ پکڑے اور میں اس نیزے کا بھالا پکڑوں اور پھر ایک مسلمان کو قتل کیا جائے اور اس کے بدلے مجھے دنیا و ما فیہا مل جائے[3] حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک

---

[1] عند البیہقی (ج ۸ ص ۱۶۲) [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۱ عن الحسن نحوہ [3] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۱)

کی اُمّت کا کام ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں۔"

پھر حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱) قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی، ترجمہ" اور میں (بالتعیین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے؟) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لیئے (صورۃً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو"۔ پھر آپ نیچے اُتر آئے تو حضرت عمرؓو نے حضرت معاویہؓ سے کہا تم یہی چاہتے تھے (کہ حضرت حسن دستبرداری کا اعلان کردیں اور وہ انہوں نے کر دیا)۔[1]

حضرت جُبیر بن نُفیرؒ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں حضرت حسنؓ نے فرمایا عرب کے بڑے سردار میرے ہاتھ میں تھے جس سے میں جنگ کرتا تھا وہ اس سے جنگ کرتے تھے اور میں جس سے صلح کرتا تھا وہ اس سے صلح کرتے تھے لیکن میں نے خلافت کو چھوڑ دیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اُمّت کے خون کی حفاظت ہو جائے تو کیا میں اہل حجاز کے مینڈھوں یعنی کمزور لوگوں کے ذریعہ خلافت کو زبردستی چھیننے کا اب ارادہ کرسکتا ہوں (جب میرے ساتھ بڑے اور طاقتور لوگ تھے اس وقت تو میں خلافت سے دستبردار ہو گیا اب تو میرے ساتھ کمزور لوگ ہیں اب خلافت لینے کا ارادہ کیسے کرسکتا ہوں)۔[2]

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مروان کی ضحاک بن قیس سے جنگ ہوئی تو مروان نے حضرت اَیمن بن خریم اسدی رضی اللہ عنہما کو آدمی بھیج کر بلایا اور کہا کہ ہم چلتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ مل کر جنگ کریں حضرت اَیمن نے فرمایا میرے والد اور میرے چچا جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے دونوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ جو آدمی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دے میں اس سے جنگ نہ کروں۔ اگر تم (جنگ کرنے پر) آگ سے چھٹکارے کا پروانہ لا دو تو میں تمہارے ساتھ مل کر جنگ کرسکتا ہوں۔ مروان نے کہا آپ دور ہو جاؤ اور انہیں بُرا بھلا بھی کہا اس پر حضرت اَیمن نے یہ اشعار پڑھے۔

---

[1] اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۷۴) واخرجہ ایضا الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۵) والبیہقی (ج ۸ ص ۱۷۳) عن الشعبی نحوہ وعندالحاکم (ج ۳ ص ۱۷۰) ایضا قال الحاکم ہذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی۔

ان کے ساتھ بھی۔ حالانکہ یہ تو ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا جو کہے گا آؤ نماز کی طرف میں اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ کامیابی کی طرف میں اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر کے اس کا مال لینے کی طرف میں کہہ دوں گا میں نہیں آتا۔[1]

حضرت ابوالظریف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مقدمۃ الجیش میں بارہ ہزار آدمی تھے۔ اہل شام سے جنگ کرنے کا اتنا زیادہ جذبہ تھا کہ لگتا تھا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپکنے لگ جائے گا (یا غصہ کی وجہ سے ہماری تلواریں گر جائیں گی)، ہمارے لشکر کے امیر ابوالمرطا تھے۔ جب ہمیں خبر ملی کہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں صلح ہو گئی ہے تو غصہ کے مارے ہماری کمر ٹوٹ گئی جب حضرت حسن بن علیؓ کو فرماتے تو ابو عامر سفیان بن لیل نامی آدمی نے کھڑے ہو کر ان سے کہا السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسنؓ نے فرمایا اے ابو عامر! یہ نہ کہو میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ میں طلبِ ملک کی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم میں صلح ہو گئی تو حضرت معاویہؓ نے حضرت حسن سے کہا آپ کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان کریں اور اپنا موقف انہیں بتائیں چنانچہ حضرت حسنؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے (بڑوں کے) ذریعہ سے تمہارے پہلے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائی اور ہمارے ذریعہ سے تمہارے بعد والوں کے خون کی حفاظت فرمائی۔ غور سے سُنو سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو فسق و فجور میں مبتلا رہے۔ امرِ خلافت میں میرا اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف ہوا تھا۔ اب یا تو حضرت معاویہؓ خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار تھے یا واقعی میرا حق بنتا تھا۔ بہرحال جو بھی صورت تھی ہم نے اپنا حق اللہ کے لیے چھوڑ دیا ہے تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۵) عن نافع مثلہ [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۵)، واخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۷۰) نحوہ والخطیب البغدادی کذا فی البدایۃ (ج ۸ ص ۱۹)۔

(مسلمانوں میں آپس میں لڑنے کے) ایسے حالات کچھ بھی پاؤں تو میں اُحد پہاڑ پر جا کر اپنی تلوار توڑ دوں اور اپنے گھر بیٹھ جاؤں میں نے عرض کیا اگر کوئی میرے گھر میں گھس آئے (تو کہاں جاؤں؟) آپ نے فرمایا اندر والی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ جانا۔ اگر وہاں بھی (تمہیں قتل کرنے) کوئی تمہارے پاس آجائے تو پھر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جانا (قتل ہونے کے لیئے تیار ہو جانا) اور اسے کہنا (مجھے قتل کر کے) اپنا گناہ اور میرا گناہ اپنے سر لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جا اور ظالموں کی یہی سزا ہے لہٰذا میں اپنی تلوار توڑ چکا ہوں (اور گھر میں بیٹھ چکا ہوں) جب کوئی میرے گھر میں گھس آئے گا تو میں اپنی اندر والی کوٹھڑی میں چلا جاؤں گا اور جب وہاں بھی کوئی آجائے گا تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہی کہہ دوں گا جو حضورؐ نے بتایا تھا۔[1]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا پر لڑ رہے ہیں تو تم اپنی تلوار لے کر پتھریلے میدان میں چلے جانا اور وہاں سب سے بڑی چٹان پر اپنی تلوار مار مار کر توڑ دینا پھر اپنے گھر آکر بیٹھ جانا یہاں تک کہ یا تو (ناحق) قتل کرنے والا) خطا کار (اپنا) ہاتھ تمہیں قتل کر دے یا طبعی موت تمہارا فیصلہ کر دے حضورؐ نے مجھے جس بات کا حکم دیا تھا میں وہ کر چکا ہوں۔[2]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تلوار عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا اے محمد بن مسلمہ! اس تلوار کو لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو اور جب تم دیکھو کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے لگی ہیں تو یہ تلوار پتھر پر مار کر توڑ دینا اور پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھنا یہاں تک کہ یا تو موت آکر فیصلہ کر دے یا خطا کار ہاتھ تمہیں قتل کر دے چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں میں آپس میں لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت محمد بن مسلمہ اپنے گھر کے صحن میں رکھی ہوئی چٹان کے پاس گئے اور اس پر مار کر وہ تلوار توڑ دی۔[3]

حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اس چارپائی والے سے (یعنی حضرت حذیفہؓ سے)

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۰۰) رواہ البزار وفیہ من لم اعرفہم۔ انتہی [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۰۱، رجالہ ثقات [3] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰)

(مسلمانوں میں) آپس میں لڑنے کے، ایسے حالات کچھ بھی پاؤں تو میں اُحد پہاڑ پر جاکر اپنی تلوار توڑ دوں اور اپنے گھر بیٹھ جاؤں۔ میں نے عرض کیا اگر کوئی میرے گھر میں گھس آئے (تو کہاں جاؤں) آپ نے فرمایا اندر والی کوٹھڑی میں جاکر بیٹھ جانا۔ اگر وہاں بھی (تمہیں قتل کرنے) کوئی تمہارے پاس آجائے تو پھر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جانا (قتل ہونے کے لیئے تیار ہوجانا) اور اسے کہنا (مجھے قتل کرکے) اپنا گناہ اور میرا گناہ اپنے سر لے اور دوزخیوں میں شامل ہوجا اور ظالموں کی یہی سزا ہے لہٰذا میں اپنی تلوار توڑ چکا ہوں (اور گھر میں بیٹھ چکا ہوں) جب کوئی میرے گھر میں گھس آئے گا تو میں اپنی اندر والی کوٹھڑی میں چلا جاؤں گا اور جب وہاں بھی کوئی آجائے گا تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہی کہہ دوں گا جو حضورؐ نے بتایا تھا۔[1]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا پر لڑ رہے ہیں تو تم اپنی تلوار لے کر پتھریلے میدان میں چلے جانا اور وہاں سب سے بڑی چٹان پر اپنی تلوار مار مار کر توڑ دینا پھر اپنے گھر آکر بیٹھ جانا یہاں تک کہ یا تو (ناحق قتل کرنے والا) خطا کار ہاتھ تمہیں قتل کردے یا طبعی موت تمہارا فیصلہ کردے حضورؐ نے مجھے جس بات کا حکم دیا تھا میں وہ کرچکا ہوں۔[2]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تلوار عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا اے محمد بن مسلمہ! اس تلوار کو لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو اور جب تم دیکھو کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے لگی ہیں تو یہ تلوار پتھر پر مار کر توڑ دینا اور پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھنا یہاں تک کہ یا تو موت آکر فیصلہ کردے یا خطا کار ہاتھ تمہیں قتل کردے چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے اور لوگوں میں آپس میں لڑائی شروع ہوگئی تو حضرت محمد بن مسلمہ اپنے گھر کے صحن میں رکھی ہوئی چٹان کے پاس گئے اور اس پر مار کر وہ تلوار توڑ دی۔[3]

حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اس چارپائی والے سے (یعنی حضرت حذیفہؓ سے)

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۰۰) رواہ البزار وفیہ من لم اعرفہم۔ انتہی [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۰۱) رجالہ ثقات [3] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰)

کی گرمی سے خود کو بچاؤں میں نے کہا یہ دو چمڑے تمہیں دینے میں بخل نہ کرتا لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہنتے ہوں اس لیے جوتی دینے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے اور یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ آگے اور حدیث ذکر کی ہے اس کے بعد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بادشاہ بن گئے تو انہوں نے قریش کے حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان سے کہا میں نے اس کرنے والوں کو تو اپنے ساتھ اکٹھا کر لیا ہے (یہ سب تو مجھ سے بیعت ہو گئے ہیں) تم اپنا لشکر لے کر چلو۔ جب تم حُمد دو شام سے آگے چلے جاؤ تو اپنی تلوار سونت لینا اور جو میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور یوں مدینہ چلے جانا اور مدینہ والوں میں سے جو بھی میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور اگر تمہیں حضرت وائل بن حُجر زندہ ملیں تو انہیں میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ حضرت بُسر نے ایسے ہی کیا اور وہ جب مجھ تک پہنچ گئے تو مجھے حضرت معاویہ کے پاس لے گئے۔ حضرت معاویہؓ نے میرے ساتھ بان شان استقبال کا حکم دیا اور مجھے اپنے دربار میں آنے کی اجازت دی اور مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اور مجھ سے کہا کیا میرا یہ تخت بہتر ہے یا آپ کی اُونٹنی کی پُشت؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں کفر و جاہلیت چھوڑ کر نیا نیا اسلام میں داخل ہُوا تھا اور جاہلیت والے طور طریقے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے اور میں نے سواری پر بٹھانے سے اور جُوتی دینے سے جو انکار کیا تھا یہ سب جاہلیت کا اثر تھا۔ اللہ ہمارے پاس کامل اسلام لے آئے ہیں اس اسلام نے ان تمام کاموں پر پردہ ڈال دیا ہے جو میں نے کیے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا ہماری مدد کرنے سے آپ کو کونسی چیز روکتی ہے؟ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے آپ پر بہت اعتماد کیا تھا اور آپ کو اپنا داماد بنایا تھا۔ میں نے کہا (میں اس وجہ سے آپ کی مدد نہیں کر رہا ہوں) کیونکہ آپ نے اس شخصیت سے جنگ کی ہے جو آپ سے زیادہ حضرت عثمانؓ کے حقدار ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نسب میں حضرت عثمانؓ کے زیادہ قریب ہوں تو وہ حضرت عثمانؓ کے مجھ سے زیادہ کیسے حقدار ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا حضورؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تھا (اور آپ ان کے چچا زاد بھائی ہیں) اور بھائی چچا زاد بھائی سے زیادہ حقدار ہُوا کرتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کیا ہم مہاجرین نہیں ہیں؟ میں نے کہا ضرور ہیں لیکن کیا ہم دونوں جماعتوں سے الگ نہیں ہیں؟ اور ایک اور دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں حاضر تھا اور بہت سے لوگ بھی وہاں تھے۔ حضورؐ نے مشرق کی طرف سر اٹھا رکھا تھا۔

کی گرمی سے خود کو بچاؤں میں نے کہا یہ دو چمڑے تمہیں دینے میں میں بخل نہ کرتا لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہنتے ہوں اس لیئے جوتی دینے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے اور یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ آگے اور حدیث ذکر کی ہے اس کے بعد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بادشاہ بن گئے تو انہوں نے قریش کے حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان سے کہا میں نے اس کرنے والوں کو تو اپنے ساتھ اکٹھا کر لیا ہے (یہ سب تو مجھ سے بیعت ہو گئے ہیں) تم اپنا لشکر لے کر چلو۔ جب تم حمص و دمشام سے آگے چلے جاؤ تو اپنی تلوار سونت لینا اور جو میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور یوں مدینہ چلے جانا اور مدینہ والوں میں سے جو بھی میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور اگر تمہیں حضرت وائل بن حُجر زندہ ملیں تو انہیں میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ حضرت بُسر نے ایسے ہی کیا اور وہ جب مجھ تک پہنچ گئے تو مجھے حضرت معاویہ کے پاس لے گئے۔ حضرت معاویہؓ نے میرے تایا ان شان استقبال کا حکم دیا اور مجھے اپنے دربار میں آنے کی اجازت دی اور مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اور مجھ سے کہا کیا میرا یہ تخت بہتر ہے یا آپ کی اُونٹنی کی پُشت؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں کفر و جاہلیت چھوڑ کر نیا نیا اسلام میں داخل ہُوا تھا اور جاہلیت والے طور طریقے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے اور میں نے سواری پر بٹھانے سے اور جُوتی دینے سے جو انکار کیا تھا یہ سب جاہلیت کا اثر تھا۔ اللہ ہمارے پاس کامل اسلام لے آئے ہیں اس اسلام نے ان تمام کاموں پر پردہ ڈال دیا ہے جو میں نے کیئے ہیں حضرت معاویہؓ نے کہا ہماری مدد کرنے سے آپ کو کونسی چیز روکتی ہے؟ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے آپ پر بہت اعتماد کیا تھا اور آپ کو اپنا داماد بنایا تھا۔ میں نے کہا (میں اس وجہ سے آپ کی مدد نہیں کر رہا ہوں) کیونکہ آپ نے اس شخصیت سے جنگ کی ہے جو آپ سے زیادہ حضرت عثمانؓ کے حقدار ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نسب میں حضرت عثمانؓ کے زیادہ قریب ہوں تو وہ حضرت عثمانؓ کے مجھ سے زیادہ کیسے حقدار ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا حضورؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تھا (اور آپ ان کے چچازاد بھائی ہیں) اور بھائی چچازاد بھائی سے زیادہ حقدار ہُوا کرتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کیا ہم مہاجرین نہیں ہیں؟ میں نے کہا ضرور ہیں لیکن کیا ہم دونوں جماعتوں سے الگ نہیں ہیں؟ اور ایک اور دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں حاضر تھا اور بہت سے لوگ بھی وہاں تھے۔ حضورؐ نے مشرق کی طرف سر اُٹھا رکھا تھا۔

بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا پھر حضرت عثمانؓ نے بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا اور ان حضرات کی بیعت بھی میں نے نہیں چھوڑی تھی۔ جب ہمارے علاقہ کے لوگ مرتد ہو گئے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کا میرے پاس خط آیا تھا جس کی وجہ سے میں محنت کرنے کھڑا ہو گیا تھا اور سارے علاقہ میں زور لگایا اور گورنری کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمام علاقہ والوں کو اسلام میں واپس فرما دیا تھا پھر حضرت معاویہ نے حضرت عبداللہ حمل بن اُم حکم رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا تم کوفہ چلے جاؤ میں نے تمہیں وہاں کا گورنر بنا دیا ہے اور حضرت وائل کو ساتھ لے جاؤ ان کا اکرام کرنا اور ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا اس پر حضرت عبداللہ حمل نے کہا آپ نے میرے ساتھ بدگمانی سے کام لیا۔ آپ مجھے اس انسان کے اکرام کا حکم دے رہے ہیں جس کا اکرام کرتے ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور خود آپ کو دیکھا ہے (لہٰذا آپ نہ بھی تاکید کریں تو بھی میں ان کا اکرام کروں گا) ان کی اس بات سے حضرت معاویہ بہت خوش ہوئے۔ میں ان کے ساتھ کوفہ آیا راوی کہتے ہیں کوفہ آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت وائل کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت ابو منہال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن زیاد کو (بصرہ سے) نکال دیا گیا تو شام میں مروان خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کر دیا اور بصرہ میں ان (خارجی) لوگوں نے خلافت کا دعویٰ کر دیا جن کو قاری کہا جاتا تھا اس سے میرے والد صاحب کو بہت زیادہ غم ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تیرا باپ نہ رہے! آؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں چنانچہ میں والد صاحب کے ساتھ گیا اور ہم لوگ حضرت ابوبرزہؓ کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوئے۔ وہ بانس کے بنے ہوئے بالاخانہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ میرے والد ان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے تاکہ وہ بھی اپنے دل کی باتیں کہنے لگیں چنانچہ میرے والد عرض کرتے اے ابوبرزہ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ لوگ یوں کر رہے ہیں) کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ فلاں یہ کر رہا ہے)

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۷) رواہ الطبرانی فی الصغیر والکبیر وفیہ محمد بن حجر وہو ضعیف انتہی۔

بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا پھر حضرت عثمانؓ نے بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا اور ان حضرات کی بیعت بھی میں نے نہیں چھوڑی تھی۔ جب ہمارے علاقہ کے لوگ مُرتد ہو گئے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کا میرے پاس خط آیا تھا جس کی وجہ سے میں محنت کرنے کھڑا ہو گیا تھا اور سارے علاقہ میں زور لگایا اور گزارش کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمام علاقہ والوں کو اسلام میں واپس فرما دیا تھا پھر حضرت معاویہ نے حضرت عبداللہ رحمٰن بن اُم حکم رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا تم کوفہ چلے جاؤ میں نے تمہیں وہاں کا گورنر بنا دیا ہے اور حضرت وائل کو ساتھ لے جاؤ ان کا اکرام کرنا اور ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا اس پر حضرت عبداللہ رحمٰن نے کہا آپ نے میرے ساتھ بدگمانی سے کام لیا۔ آپ مجھے اس انسان کے اکرام کا حکم دے رہے ہیں جس کا اکرام کرتے ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور خود آپ کو دیکھا ہے (لہٰذا آپ نہ بھی تاکید کریں تو بھی میں ان کا اکرام کروں گا) ان کی اس بات سے حضرت معاویہ بہت خوش ہوئے۔ میں ان کے ساتھ کوفہ آیا راوی کہتے ہیں کوفہ آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت وائل کا انتقال ہو گیا [1]

حضرت ابو منہال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن زیاد کو (بصرہ سے) نکال دیا گیا تو شام میں مروان خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کر دیا اور بصرہ میں ان (خارجی) لوگوں نے خلافت کا دعویٰ کر دیا جن کو قاری کہا جاتا تھا اس سے میرے والد صاحب کو بہت زیادہ غم ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تیرا باپ نہ رہے! آؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں چنانچہ میں والد صاحب کے ساتھ گیا اور ہم لوگ حضرت ابوبرزہؓ کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوئے۔ وہ بانس کے بنے ہوئے بالاخانہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ میرے والد ان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے تاکہ وہ بھی اپنے دل کی باتیں کہنے لگیں چنانچہ میرے والد عرض کرتے اے ابوبرزہؓ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ لوگ یوں کر رہے ہیں) کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ فلاں یہ کر رہا ہے)

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۶) رواہ الطبرانی فی الصغیر والکبیر وفیہ محمد بن حجر وہو ضعیف انتہی۔

والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا وہ تو قتل ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کر لو جس میں چار ہزار جنگ جُو جوان ہوں [1]

مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑالوں یہ مجھے سارے جزیرۃ العرب (کے مل جانے) سے زیادہ محبوب ہے [2]

مسلمان کو ڈرانا، پریشان کرنا

حضرت ابوالحسن رضی اللہ عنہ بیعتِ عَقَبہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور جنگِ بدر میں بھی۔ وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی کھڑا ہو کر کہیں چلا گیا اور اپنی جوتیاں وہاں ہی بھُول گیا۔ ایک آدمی نے وہ جوتیاں اُٹھا کر اپنے نیچے رکھ لیں۔ وہ آدمی واپس آکر کہنے لگا میری جوتیاں (کہاں ہیں؟) لوگوں نے کہا ہم نے تو نہیں دیکھیں (تھوڑی دیر وہ پریشان ہو کر ڈھونڈتا رہا) پھر اس کے بعد جس آدمی نے چھپائی تھیں اس نے کہا جوتیاں یہ ہیں اس پر حُضور نے فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ اس آدمی نے کہا میں نے تو مذاق میں چھپائی تھیں حضورؐ نے دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ [3] حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی جوتی لے کر مذاق میں غائب کر دی۔ کسی نے اس کا تذکرہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کیا حضورؐ نے فرمایا کسی مسلمان کو پریشان مت کرو کیونکہ مسلمان کو پریشان کرنا بہت بڑا ظلم ہے [4]

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۲) ماخرجہ الشافعی شلکانی فی الکفر (ج ۴ ص ۷۶۵) والاان عنہ بیٹا من جلودہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی کنز العمال (ج ۶ ص ۳۱۲) [2] اخرجہ الطبرانی کذافی الترغیب (ج ۴ ص ۲۶۳) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۵۲) رواہ الطبرانی وفیہ حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ الہاشمی وہو ضعیف۔ انتہی واخرجہ ایضا ابن السکن شلکانی فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۳)

[3] عند البزار والطبرانی وابی الشیخ (ابن حیان) فی کتاب التوبیخ کذافی الترغیب (ج ۴ ص ۲۶۳) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۵۳) وفیہ عاصم بن عبیداللہ وہو ضعیف۔

والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا وہ تو قتل ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کر لو جس میں چار ہزار جنگ جُو جوان ہوں [1]

مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑالوں یہ مجھے سارے جزیرۃ العرب (کے مل جانے) سے زیادہ محبوب ہے [2]

مسلمان کو ڈرانا، پریشان کرنا

حضرت ابوالحسن رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور جنگ بدر میں بھی۔ وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی کھڑا ہو کر کہیں چلا گیا اور اپنی جوتیاں وہاں ہی بھول گیا۔ ایک آدمی نے وہ جوتیاں اُٹھا کر اپنے نیچے رکھ لیں۔ وہ آدمی واپس آکر کہنے لگا میری جوتیاں (کہاں ہیں؟) لوگوں نے کہا ہم نے تو نہیں دیکھیں (تھوڑی دیر وہ پریشان ہو کر ڈھونڈتا رہا) پھر اس کے بعد جس آدمی نے چھپائی تھیں اس نے کہا جوتیاں یہ ہیں اس پر حضورؐ نے فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ اس آدمی نے کہا میں نے تو مذاق میں چھپائی تھیں حضورؐ نے دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ [3] حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی جوتی لے کر مذاق میں غائب کر دی۔ کسی نے اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا حضورؐ نے فرمایا کسی مسلمان کو پریشان مت کرو کیونکہ مسلمان کو پریشان کرنا بہت بڑا ظلم ہے [4]

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۲) واخرجہ الشافعی مثلہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۵) الا ان عندہ ہیئا من جلود [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۳۱۲) [3] اخرجہ الطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۶۳) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۵۳) رواہ الطبرانی وفیہ حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ الہاشمی وہو ضعیف۔ انتہی واخرجہ ایضا ابن السکن مثلہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۳) [4] عند البزار والطبرانی وابی الشیخ (بن حیان) فی کتاب التوبیخ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۶۳) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۵۳) وفیہ عاصم بن عبید اللہ وہو ضعیف۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب شروع میں مدینہ آئے تو ان کو چیچک نکل آئی اور وہ اس وقت اتنے چھوٹے تھے کہ ان کی رینٹ ان کے منہ پر بہتی رہتی تھی حضرت عائشہؓ کو ان سے گھن آتی تھی ایک دن حضورؐ گھر تشریف لائے اور حضرت اُسامہؓ کا منہ دھونے لگے اور انہیں چومنے لگے اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! حضورؐ کے اس رویہ کو دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی ان کو اپنے سے دُور نہیں کروں گی [1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے انتظار میں عرفات سے (مُزدلفہ کو) روانگی مؤخر فرمادی جب حضرت اُسامہؓ آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ نوعمر لڑکے ہیں ناک بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ کالا ہے اس پر یمن والوں نے کہا اس (لڑکے) کی وجہ سے ہمیں اتنی دیر روکا گیا۔ حضرت عُروہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کُفر میں مبتلا ہوئے حضرت ابن سعد راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یزید بن رُومان سے پوچھا کہ حضرت عُروہ جو یہ فرمارہے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کُفر میں مبتلا ہوئے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے جو مُرتد ہوئے وہ حضورؐ کے اس رویہ کو ہلکا سمجھنے کی سزا میں ہوئے ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عُروہ نے فرمایا حضورؐ کی وفات کے بعد یمن والے حضرت اُسامہؓ (کو ہلکا سمجھنے) کی وجہ سے ہی کُفر میں مبتلا ہوئے تھے [2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابوموسیٰؓ نے دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا حضرت عمرؓ کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰؓ کو یہ لکھا کہ تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا؟ آدمی کے بُرا ہونے کے لیئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے [3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کے بُرا ہونے کے لیئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے [4]

مسلمان کو غُصہ دلانا

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (ابھی کافر

---

[1] عن الواقدی و ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۴۴) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۵)
[3] اخرجہ ابوعبید کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۷۹، ۳) [4] عن احمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۷۲)

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب شروع میں مدینہ آئے تو ان کو چیچک نکل آئی اور وہ اس وقت اتنے چھوٹے تھے کہ ان کی رینٹ ان کے منہ پر بہتی رہتی تھی حضرت عائشہؓ کو ان سے گھن آتی تھی ایک دن حضورؐ گھر تشریف لائے اور حضرت اُسامہؓ کا منہ دھونے لگے اور انہیں چومنے لگے اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! حضورؐ کے اس رویہ کو دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی ان کو اپنے سے دُور نہیں کروں گی [1]

حضرت عُرْوہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے انتظار میں عَرَفات سے (مُزْدَلِفَہ کو) روانگی مُؤخّر فرمادی۔ جب حضرت اُسامہؓ آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ نوعمر لڑکے ہیں ناک بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ کالا ہے اس پر یمن والوں نے کہا اس (لڑکے) کی وجہ سے ہمیں اتنی دیر روکا گیا۔ حضرت عُرْوہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کُفر میں مبتلا ہوئے حضرت ابن سعد راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یزید بن ہارون سے پوچھا کہ حضرت عُرْوہ جو یہ فرمارہے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کُفر میں مبتلا ہوئے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے جو مُرتد ہوئے وہ حضورؐ کے اس رویہ کو ہلکا سمجھنے کی سزا میں ہوئے ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عُرْوہ نے فرمایا حضورؐ کی وفات کے بعد یمن والے حضرت اُسامہؓ (کو ہلکا سمجھنے) کی وجہ سے ہی کُفر میں مبتلا ہوئے تھے [2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابوموسیٰؓ نے دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا حضرت عمرؓ (کو اس کا پتہ چلا تو انہوں) نے حضرت ابوموسیٰؓ کو یہ لکھا کہ تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا؟ آدمی کے بُرا ہونے کے لیئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے [3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کے بُرا ہونے کے لیئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے [4]

مسلمان کو غُصّہ دلانا

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (ابھی کافر

---

[1] عن الواقدی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶) [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۶۴) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۳)
[3] اخرجہ ابوعبید کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۱۹) [4] عند احمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۷۲)

جن کا نام عبداللہ تھا اور ان کا لقب حمار تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے حضورؐ نے انہیں شراب نوشی کی وجہ سے کوڑے بھی لگائے تھے۔ چنانچہ انہیں ایک دن لایا گیا (انہوں نے شراب پی رکھی تھی) حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے لگائے جائیں چنانچہ انہیں کوڑے لگائے گئے اس پر ایک آدمی نے کہا اے اللہ اس پر لعنت بھیج۔ اسے شراب پینے کے جرم میں کتنا زیادہ لایا جاتا ہے حضورؐ نے فرمایا اسے لعنت نہ کرو واللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی کا لقب حمار تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی شہد کی مکھی اور شہد کی بدیہ میں دیا کرتے تھے۔ جب گھی اور شہد والا ان سے قیمت لینے آتا تو اسے حضورؐ کی خدمت میں لے آتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ! اسے اس کے سامان کی قیمت دے دیں اس پر حضورؐ صرف مسکرانے اور کچھ نہ فرماتے اور پھر آپ کے فرمانے پر قیمت اس کو دے دی جاتی ایک دن ان کو حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا انہوں نے شراب پی رکھی تھی، اس پر ایک آدمی نے کہا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے[2]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ کو (شراب پینے کی وجہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ نے ان کو کوڑے لگائے اور چار پانچ مرتبہ ایسے ہی ہوا (اسی جرم میں پکڑ کر انہیں لایا جاتا حضورؐ ان کو کوڑے لگاتے) آخر ایک آدمی نے کہہ دیا اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ یہ کتنی زیادہ شراب پیتا ہے اور اسے کتنی مرتبہ کوڑے لگائے جا چکے ہیں حضورؐ نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی حضورؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے اسے مارا کسی نے اسے اپنی جوتی سے مارا کسی نے ہاتھ سے اور کسی نے کپڑے (کا کوڑا بنا کر اس) سے مارا۔ پھر آپ نے فرمایا اب بس کرو پھر حضورؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے اسے ملامت کی اور اس سے کہا تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم نہیں آتی تم یہ (برا) کام کرتے ہو؟ پھر حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا۔

---

[1] اخرجہ البخاری وابن جریر والبیہقی [2] عند ابی یعلی وسعید بن منصور وغیرہما کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۷)

[3] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۸) وعند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶) عن زید بن اسلم قال اتی بالنعیمان او ابن النعیمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ۔

تھے وہ) حضرت سلمانؓ، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس آئے یہ حضرات صحابہؓ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ان حضرات نے کہا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ ابھی تک نہیں بنائی (یعنی ابھی تک حضرت ابو سفیان کو قتل کیوں نہیں کیا گیا؟) اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان حضرات سے کہا تم لوگ یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات بتائی حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم نے یہ بات کہہ کر ان کو غصہ دلایا ہے اگر تم نے ان کو غصہ دلایا ہے تو پھر تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے حضرت ابوبکرؓ ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے پوچھا اے بھائیو! کیا میں نے تم کو غصہ دلایا ہے؟ ان حضرات نے فرمایا نہیں۔ اے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔[1]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا ایک قیدی لے کر میرے پاس سے گزرے وہ اس کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ لینا چاہتے تھے میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ میرا مشرک قیدی ہے میں اس کے لیئے حضورؐ سے امان لینا چاہتا ہوں میں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لیئے بہت اچھی جگہ ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آگیا حضورؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے تم بڑے غصے میں نظر آرہے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں اپنا یہ قیدی لے کر حضرت صہیب کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لیئے بہت اچھی جگہ ہے (ان کی اس بات سے مجھے غصہ آیا ہوا ہے) حضورؐ نے فرمایا شاید تم نے ان کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا نہیں اللہ کی قسم نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم نے ان کو ستایا ہے تو پھر تم نے اللہ اور اس کے رسول کو ستایا ہے۔[2]

مسلمان پر لعنت کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی تھے

---

[1] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۳۰۴) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۶) وابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۸۱) عن عائذ بن عمرو نحوہ [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۴۹)

ترجمہ: "اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں" تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اپنے لئے اور ان غلاموں کے لئے اس سے بہتر صورت نظر نہیں آرہی ہے کہ میں ان سے الگ ہوجاؤں اس لئے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے حضرت ابوبکرؓ کا جواب نہ دینا حضورؐ کو پسند آرہا تھا اور حضورؐ مسکرا رہے تھے جب وہ آدمی بہت زیادہ برا بھلا کہنے لگا تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ اس پر حضورؐ ناراض ہوکر وہاں سے کھڑے ہوکر چل دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی پیچھے پیچھے چل پڑے اور جاکر حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا آپ بیٹھے رہے جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ کو غصہ آگیا اور آپ کھڑے ہوگئے حضورؐ نے فرمایا پہلے تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو شیطان بیچ میں آگودا (اور فرشتہ چلا گیا) اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا پھر حضورؐ نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جو بالکل حق ہیں جس بندے پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس ظلم (کا بدلہ لینے) سے چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی زور دار مدد کریں گے اور جو آدمی جوڑ پیدا کرنے کے لئے ہدیہ دینے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو خوب بڑھاتے ہیں اور جو مال بڑھانے کی نیت سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور کم کردیتے ہیں [2]

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں عبداللہ کی زبان نہ کاٹوں تو میرے اوپر نذر واجب ہے۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اس بارے میں بات کی اور ان سے معافی کی درخواست کی حضرت

---

[1] اخرجہ احمد والترمذی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۹۹) وقال (ج ۵ ص ۴۶۴) اسناد احمد والترمذی متصلان ورواتہما ثقات [2] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵۰) رجال احمد رجال الصحیح ورواہ ابوداؤد والا انہ لم یذکر ثم قال یا ابابکر۔

جب وہ پشت پھیر کر چلا گیا لوگ اسے بد دعا دینے لگے اور اسے بُرا بھلا کہنے لگے کسی نے یہاں تک کہہ دیا اے اللہ! اسے رُسوا فرما۔ اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ حضورؐ نے فرمایا ایسے نہ کہو اور اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔ بلکہ یہ دعا کرو اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اسے ہدایت دے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ تم ایسے نہ کہو شیطان کی مدد نہ کرو بلکہ یہ کہو اللہ تجھ پر رحم فرمائے[1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم دیکھتے کہ کوئی آدمی دوسرے کو لعنت کر رہا ہے تو ہم یہی سمجھتے کہ یہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا ہے یعنی اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے[2]

مسلمان کو گالی دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا پھر اس نے عرض کیا میرے چند غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اس پر میں انہیں گالی دیتا ہوں اور انہیں مارتا ہوں تو میرا ان کے ساتھ یہ رویّہ کیسا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو انہوں نے جو تجھ سے خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تجھ سے جھوٹ بولا اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے ان کو جو سزا دی اس کا بھی حساب کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا نہ تمہیں انعام ملے گا اور نہ سزا اور اگر تمہاری سزا ان کے جُرم سے کم ہوگی تو تمہیں ان پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوگی تو اس زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا وہ آدمی یہ سُن کر ایک طرف ہو کر زور زور سے رونے لگ گیا۔ حضورؐ نے اس کو فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔

(سورت انبیاء آیت ۴۷)

---

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۰۵)، [2] اخرجہ الطبرانی باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۵۱)

مسلمان کی غیبت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت (ماعز بن مالک) اسلمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ہر مرتبہ حضورؐ دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر آگے حدیث کا مضمون اور بھی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے فرمان پر ان کو رجم کیا گیا۔ پھر حضورؐ نے اپنے دو صحابہؓ کو سُنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا اس آدمی کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جُرم پر پردہ ڈالا تھا لیکن یہ خود اپنے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اسے کُتّے کی طرح پتھر مارے گئے۔ حضورؐ یہ سُن کر خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کا گزر ایک مُردار گدھے کے پاس سے ہُوا جس کا پاؤں پھُولنے کی وجہ سے اُوپر اُٹھا ہُوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا فلاں اور فلاں دونوں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! ہم دونوں یہ ہیں۔ آپ نے فرمایا تم دونوں نیچے اُترو اور اس مُردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ ان دونوں نے کہا یانبیَّ اللہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اس کو کون کھا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی (پیٹھ پیچھے) بے عزتی کی ہے وہ مُردار کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے [1]

حضرت ابن مُنکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو رجم کیا جس کے بارے میں ایک مسلمان نے کہا اس عورت کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اس رجم نے تو اس کے بُرے عمل کو مٹا دیا اور تم نے جو (اس کی غیبت کا بُرا عمل کیا ہے اس کا تجھ سے حساب لیا جائے گا [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا حضرت صفیہؓ

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وابوداؤد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۹۳) واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ نحوہ کما فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۰) واخرجہ البخاری فی الادب ص ۱۰۸) نحوہ مختصرا وصححہ ابن حبان کما قال الحافظ فی الفتح (ج ۱۰ ص ۴۹۱) [2] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۹۳)

عمرؓ نے کہا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے۔[1]

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مقدادؓ رضی اللہ عنہم کے درمیان ذرا بات بڑھ گئی اور حضرت عبداللہ نے حضرت مقدادؓ کو گالی دے دی حضرت مقدادؓ نے حضرت عبداللہ کی ان کے والد حضرت عمرؓ سے شکایت لگا دی تو حضرت عمرؓ نے نذر مان لی کہ وہ حضرت عبداللہ کی زبان ضرور کاٹیں گے جب حضرت عبداللہ کو اپنے والد سے خطرہ ہوا تو انہوں نے کچھ لوگوں کو اپنے والد کے پاس سفارش کے لیئے بھیجا (ان کی بات سُن کر) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ یہ مستقل قانون بن جائے جس پر میرے بعد بھی عمل ہوتا رہے کہ جو آدمی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی دیتا ہوا پایا جائے گا اس کی زبان ضرور کاٹی جائے گی۔[2]

مسلمان کی بُرائی بیان کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی بُرائی کی حضورؐ نے اس سے فرمایا یہاں سے اُٹھ جا تیرے کلمۂ شہادت کا اعتبار نہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا تم قرآن کا مذاق اُڑا رہے ہو۔ جو قرآن کے حرام کردہ کاموں کو حلال سمجھے وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا (قرآن میں مسلمان کی غیبت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور تم غیبت کر رہے ہو)۔[3]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد اور سعدؓ رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ تیز بات ہوگئی حضرت سعدؓ کے پاس بیٹھ کر ایک آدمی حضرت خالدؓ کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ حضرت سعدؓ نے کہا چُپ رہو۔ ہمارے درمیان جو بات ہوئی تھی وہ (وہیں ختم ہوگئی تھی وہ آگے بڑھ کر) ہمارے دین تک نہیں پہنچ سکتی (کہ اس جھگڑے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی بُرائیاں بیان کرکے دین کا نقصان کریں)۔[4]

---

[1] اخرجہ احمد واللالکائی فی السنۃ وابوالقاسم بن بشران فی مالیہ وابن عساکر [2] عند ابن عساکر کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۴۲۴) [3] اخرجہ ابونعیم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) [4] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۳) واخرجہ الطبرانی عن طارق مثلہ قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۲۳) ورجالہ رجال الصحیح انتہی۔

آپ نے فرمایا تم نے ابھی جو اپنی سوکن (حضرت صفیہؓ) کے بارے میں ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارہ کیا ہے اس کی وجہ سے (تم نے مُردار گوشت کھا لیا ہے اس لیے) کلی کرو۔ اللہ کی قسم! یہ اپنی بات میں بالکل سچی ہے لہ

حضرت ابوہُرَیرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا (اور چلا گیا) صحابہؓ نے کہا یہ آدمی کس قدر عاجز ہے! اس قدر کمزور ہے! حُضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی غیبت کی اور اس کا گوشت کھایا ہے۔ طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ لوگوں کو اس کے کھڑے ہونے میں کمزوری نظر آئی تو انہوں نے کہا فلاں آدمی کس قدر کمزور ہے! حُضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی غیبت کرکے اس کا گوشت کھا لیا ہے لہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پچھلی حدیث جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ حُضورؐ نے فرمایا (تبھی تو یہ غیبت ہے) اگر تم وہ بات کہو جو اس میں نہ ہو پھر تو تم اس پر بُہتان لگانے والے بن جاؤ گے لہ

حضرت عبداللہ بن عَمْرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر کجاوہ کس کر دے تو پھر یہ اس پر سوار ہوتا ہے (یہ بہت سُست ہے اپنے کام خود نہیں کرسکتا) حُضورؐ نے فرمایا تم اس کی غیبت کر رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے حُضورؐ نے فرمایا غیبت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے لہ

لہ اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۸) وسندہ حسن کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۴۸) واخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۲ ص ۳۱۳) من طریق عطاء بن یسار بمعناہ لہ اخرجہ ابو یعلی والطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۵) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) وفی اسنادہما محمد بن ابی حمید ویقال لہ حماد وہو ضعیف جدا۔ انتہی لہ اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) وفیہ علی بن عاصم وہو ضعیف لہ اخرجہ الاصبہانی باسناد حسن عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۵)

آپ نے فرمایا تم نے ابھی جو اپنی سوکن (حضرت صفیہؓ) کے بارے میں ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارہ کیا ہے اس کی وجہ سے (تم نے مُردار گوشت کھا لیا ہے اس لیے) کلی کرو۔ اللہ کی قسم! یہ اپنی بات میں بالکل سچی ہے [1]

حضرت ابوہُریرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا (اور چلا گیا) صحابہؓ نے کہا یہ آدمی کس قدر عاجز ہے! کس قدر کمزور ہے! حُضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی غیبت کی اور اس کا گوشت کھایا ہے۔ طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ لوگوں کو اس کے کھڑے ہونے میں کمزوری نظر آئی تو انہوں نے کہا فلاں آدمی کس قدر کمزور ہے! حُضورؐ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی غیبت کرکے اس کا گوشت کھا لیا ہے [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پچھلی حدیث جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ حُضورؐ نے فرمایا (تبھی تو یہ غیبت ہے) اگر تم وہ بات کہو جو اس میں نہ ہو پھر تو تم اس پر بُہتان لگانے والے بن جاؤ گے [3]

حضرت عبداللہ بن عَمْرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر کجاوہ کس کر دے تو پھر یہ اس پر سوار ہوتا ہے (یہ بہت سُست ہے اپنے کام خود نہیں کرسکتا) حُضورؐ نے فرمایا تم اس کی غیبت کر رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا یا رسولَ اللہ! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے حُضورؐ نے فرمایا غیبت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے [4]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۸) وسندہ حسن کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۴۸) واخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۲ ص ۳۱۳) من طریق عطاء بن یسار بمعناہ [2] اخرجہ ابو یعلی والطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۵) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) وفی اسنادہما محمد بن ابی حمید ویقال لہ حماد وہو ضعیف جدا۔ انتہی [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) وفیہ علی بن عاصم وہو ضعیف [4] اخرجہ الاصبہانی باسناد حسن عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۵)

نکلا جس سے آدھا پیالہ بھر گیا پھر آپ نے دوسری سے فرمایا تم قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور تازہ گوشت نکلا جس سے پورا پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ تو ان چیزوں سے رکھا تھا جو اللہ نے ان کے لیے حلال کی تھیں لیکن اس چیز سے کھول لیا جو اللہ نے ان پر حرام کی تھی دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگ گئی تھیں۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرب کے لوگ سفروں میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی ہوا کرتا تھا جو ان دونوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں سو گئے (اور اس کے ذمہ کھانا پکانا تھا وہ بھی سو گیا) جب یہ دونوں اُٹھے تو دیکھا کہ وہ کھانا تیار نہیں کر سکا (بلکہ سو رہا ہے) تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ یہ تو سوؤ ہے۔ ان حضرات نے اسے جگا کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں اور آپ سے سالن مانگ رہے ہیں (اس نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا) حضورؐ نے فرمایا وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھا چکے ہیں (اس نے جا کر ان دونوں حضرات کو حضورؐ کا جواب بتایا اس پر) ان دونوں حضرات نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے کونسے سالن سے روٹی کھائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اپنے بھائی کے گوشت سے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس کا گوشت تم دونوں کے سامنے والے دانتوں میں دیکھ رہا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے استغفار فرما دیجئے حضورؐ نے فرمایا اس سے کہو وہ تم دونوں کے لیے استغفار کرے۔[2]

مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کو تلاش کرنا

حضرت سُوَید بن مُخَرِّمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ نے ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ مُنَوَّرہ کا پہرہ دیا۔ یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے جب اس گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اندر کچھ لوگ اُونچا اُونچا بول رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا

---

[1] کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۶) [2] اخرجہ الحافظ الضیاء المقدسی فی کتابہ المختارۃ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۱۶)

نکلا جس سے آدھا پیالہ بھر گیا پھر آپ نے دوسری سے فرمایا تم قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور تازہ گوشت نکلا جس سے پورا پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ تو ان چیزوں سے رکھا تھا جو اللہ نے ان کے لیے حلال کی تھیں لیکن اس چیز سے کھول لیا جو اللہ نے ان پر حرام کی تھی دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگ گئی تھیں۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرب کے لوگ سفروں میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی ہوا کرتا تھا جو ان دونوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں سو گئے (اور اس کے ذمہ کھانا پکانا تھا وہ بھی سو گیا) جب یہ دونوں اُٹھے تو دیکھا کہ وہ کھانا تیار نہیں کر سکا (بلکہ سو رہا ہے) تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ یہ تو سوؤ ہے۔ ان حضرات نے اسے جگا کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں اور آپ سے سالن مانگ رہے ہیں (اس نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا) حضورؐ نے فرمایا وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھا چکے ہیں (اس نے جا کر ان دونوں حضرات کو حضورؐ کا جواب بتایا اس پر) ان دونوں حضرات نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے کونسے سالن سے روٹی کھائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اپنے بھائی کے گوشت سے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس کا گوشت تم دونوں کے سامنے والے دانتوں میں دیکھ رہا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے استغفار فرما دیجئے حضورؐ نے فرمایا اس سے کہو وہ تم دونوں کے لیے استغفار کرے۔[2]

مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کو تلاش کرنا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا پہرہ دیا۔ یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے جب اس گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اندر کچھ لوگ اُونچا اُونچا بول رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا

---

[1] کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۲۸۶) [2] اخرجہ الحافظ الضیاء المقدسی فی کتابہ المختارۃ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۱۶)

کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے (گھروں کے اندرونی حالات معلوم کرنے سے) منع کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔[1]

حضرت ثور کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو مدینہ میں پہرہ کے لیے گشت کرتے تھے ایک رات انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو گھر میں گانا گا رہا تھا حضرت عمرؓ دیوار پھاند کر اندر اس کے پاس چلے گئے اور یوں کہا اے اللہ کے دشمن! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے اور اللہ تم پر پردہ ڈالے رکھیں گے؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے اللہ کی تین نافرمانیاں کی ہیں پہلی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا تم تجسس نہ کرو اور آپ نے تجسس کیا ہے اللہ نے فرمایا ہے: وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا

(سورۃ بقرہ آیت ۱۸۹)

"اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ" اور آپ دیوار پھاند کر میرے پاس آئے ہیں اور آپ بغیر اجازت کے آئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا۔ (سورت نور آیت ۲۷)

"تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو" حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تمہارا خود کو خیر میں لگانے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے معاف کر دیا اور اسے چھوڑ کر باہر آ گئے۔[2]

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک جگہ آگ کی روشنی نظر آئی یہ اس روشنی کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ایک گھر میں داخل ہو گئے یہ آدھی رات کا وقت تھا اندر جا کر دیکھا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے وہاں ایک بوڑھے میاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے کوئی پینے کی چیز رکھی ہوئی ہے اور ایک باندی انہیں گانا سنا رہی ہے۔ ان بوڑھے میاں کو اس وقت پتہ چلا جب حضرت عمرؓ اس کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز: (ج ۲ ص ۱۴۱) [2] اخرجہ الخرائطی کذا فی الکنز: (ج ۲ ص ۱۶۷)

کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے (گھروں کے اندرونی حالات معلوم کرنے سے) منع کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے لہ

حضرت ثور کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو مدینہ میں پہرہ کے لیے گشت کرتے تھے ایک رات انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو گھر میں گانا گا رہا تھا حضرت عمرؓ دیوار پھاند کر اندر اس کے پاس چلے گئے اور یوں کہا اے اللہ کے دشمن! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے اور اللہ تم پر پردہ ڈالے رکھیں گے؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے اللہ کی تین نافرمانیاں کی ہیں پہلی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا تم تجسس نہ کرو اور آپ نے تجسس کیا ہے اللہ نے فرمایا ہے: وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (سورۃ بقرہ آیت ۱۸۹)

"اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ" اور آپ دیوار پھاند کر میرے پاس آئے ہیں اور آپ بغیر اجازت کے آئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا۔ (سورت نور آیت ۲۷)

"تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو" حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تمہارا خود کو خیر میں لگانے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے معاف کر دیا اور اسے چھوڑ کر باہر آ گئے ۲

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مابر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک جگہ آگ کی روشنی نظر آئی یہ اس روشنی کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ایک گھر میں داخل ہو گئے یہ آدھی رات کا وقت تھا اندر جا کر دیکھا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے وہاں ایک بوڑھے میاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے کوئی پینے کی چیز رکھی ہوئی ہے اور ایک باندی انہیں گانا سنا رہی ہے۔ ان بوڑھے میاں کو اس وقت پتہ چلا جب حضرت عمرؓ اس کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے

لہ اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز: (ج ۲ ص ۱۴۱) ۲ اخرجہ الخرائطی کذا فی الکنز: (ج ۲ ص ۱۶۷)

لے گئے یہاں تک کہ حضرت ابو محجنؓ کے پاس ان کے گھر میں چلے گئے تو وہاں ان کے پاس صرف ایک آدمی تھا حضرت ابو محجنؓ نے کہا اے امیر المومنین! یہ (گھر میں اجازت کے بغیر تجسس کے لیے داخل ہونا) آپ کے لیے جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبدالرحمٰن بن ارقم رضی اللہ عنہما نے کہا اے امیر المومنین! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ کا اس طرح اندر جانا واقعی تجسس ہے۔ حضرت عمرؓ انہیں چھوڑ کر باہر آگئے [1]

مسلمان کے عیب کو چھپانا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نذر کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جسے میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک دفعہ تو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا لیکن پھر مرنے سے پہلے اسے باہر نکال لیا تھا پھر اس نے ہمارے ساتھ اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہوگئی پھر اس سے ایسا گناہ سرزد ہوگیا جس پر شرعی سزا لازم آتی ہے اس پر اُس نے بڑی چھری سے خود کو ذبح کرنے کی کوشش کی ہم لوگ موقع پر پہنچ گئے اور اسے بچا لیا لیکن اس کے گلے کی کچھ رگیں کٹ گئی تھیں پھر ہم نے اس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہوگئی اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اس کی دینی حالت بہت اچھی ہوگئی اب ایک قوم کے لوگ اس کی شادی کا پیغام دے رہے ہیں میں انہیں اس کی ساری بات بتا دوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ نے تو اس کا عیب چھپایا تھا تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو اللہ کی قسم! اگر تم نے کسی کو اس لڑکی کی کوئی بات بتائی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس سے تمام شہروں کو عبرت ہوگی بلکہ اس کی شادی اس طرح کرو جس طرح ایک پاکدامن مسلمان عورت کی کی جاتی ہے [2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک لڑکی سے بُرا کام ہوگیا جس کی اسے شرعی سزا مل گئی پھر اس کی قوم والے ہجرت کر کے آئے اور اس لڑکی نے توبہ کر لی اور اس کی دینی حالت اچھی ہوگئی۔ اس لڑکی کی شادی کا پیام اس کے چچا کے پاس آیا تو اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے اس کی بات بتائے بغیر شادی کرے تو یہ بھی ٹھیک نہیں امانتداری کے خلاف ہے اور اگر بتا دے

---

[1] اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱) [2] اخرجہ ہناد والحارث کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۰)

فرمایا آج رات جیسا بُرا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک بوڑھا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے (اور وہ یہ بُرا کام کر رہا ہے) اس بوڑھے نے سر اٹھا کر کہا آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن اے امیر المومنین! آپ نے جو کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے آپ نے گھر میں گھس کر تجسّس کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسّس سے منع فرمایا ہے اور آپ اجازت کے بغیر گھر کے اندر آگئے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور پھر حضرت عمرؓ دانت سے کپڑا پکڑ کر روتے ہوئے اس گھر سے باہر نکلے اور فرمایا اگر عمرؓ کو اس کے ربّ نے معاف نہ فرمایا تو اسے اس کی ماں گم کرے یہ بوڑھا یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں سے چھپ کر یہ کام کرتا ہے اب تو عمرؓ نے مجھے یہ کام کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے لہٰذا اب وہ بلا جھجک یہ کام کرتا رہے گا۔ اس بوڑھے نے ایک عرصہ تک حضرت عمرؓ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے وہ بوڑھا ذرا چھپتا ہوا آیا اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا اس بوڑھے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک آدمی نے جا کر اس بوڑھے کو کہا جاؤ امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ نے اس رات جو منظر دیکھا تھا آج اس کی سزا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ۔ حضرت عمرؓ اسے اپنے قریب کرتے رہے یہاں تک اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا پھر فرمایا ذرا اپنا کان میرے نزدیک کرو۔ حضرت عمرؓ نے اس کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا غور سے سُنو۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حق دے کر اور رسول بنا کر بھیجا ہے! میں نے اس رات تمہیں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا تھا وہ میں نے کسی کو نہیں بتایا حتّٰی کہ حضرت ابن مسعودؓ اس رات میرے ساتھ تھے لیکن میں نے ان کو بھی نہیں بتایا۔ اس بوڑھے نے کہا اے امیر المومنین! ذرا اپنا کان میرے قریب کریں پھر اس بوڑھے نے حضرت عمرؓ کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حق دے کر رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی وہ کام اب تک دوبارہ نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ زور زور سے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے لگے اور لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کس وجہ سے اللہ اکبر کہہ رہے ہیں[1]

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ اپنے گھر اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر شراب پیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ تشریف

---

[1] اخرجہ ابو الشیخ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱)

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مُنشی حضرت دُخَین ابوالہیثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عُقبہ بن عامرؓ سے کہا ہمارے چند پڑوسی شراب پیتے ہیں میں ان کے لیے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تاکہ وہ ان کو پکڑ لیں۔ حضرت عُقبہؓ نے کہا ایسے نہ کرو بلکہ اس کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو ڈراؤ۔ میں نے کہا، انہیں روکا تھا لیکن وہ رُکے نہیں اس لیے میں تو اب ان کے لئے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تاکہ وہ ان کو پکڑ لیں۔ حضرت عُقبہؓ نے کہا تمہارا ناس ہو ایسے نہ کرو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے کسی (مسلمان کے) عیب کو چھپایا تو گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کیا۔[1]

حضرت ہلال بن سعد اَشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدَّرداء رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ دمشق کے بدمعاشوں کے نام لکھ کر میرے پاس بھیجو تو حضرت ابوالدَّرداءؓ نے فرمایا میرا دمشق کے بدمعاشوں سے کیا تعلق؟ اور مجھے ان کا پتہ کہاں سے چلے گا؟ اس پر ان کے بیٹے حضرت بلال نے کہا میں ان کے نام لکھ دیتا ہوں اور ان کے نام لکھ کر دے دیئے۔ حضرت ابوالدَّرداءؓ نے فرمایا تمہیں ان کا پتہ کہاں سے چلا؟ تمہیں ان کا پتہ اس وجہ سے چلا ہے کہ تم بھی ان میں سے ہو اس لیے ان کے ناموں کی فہرست اپنے نام سے شروع کرو اور ان کے نام حضرت معاویہ کو نہ بھیجے۔[2]

حضرت شَعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خَطّاب رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تھے ان کے ساتھ حضرت جَرِیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے (اتنے میں کسی کی ہوا خارج ہو گئی جس کی) بدبو حضرت عمرؓ نے محسوس کی تو فرمایا میں تاکید کرتا ہوں کہ جس آدمی کی ہوا خارج ہوئی ہے وہ کھڑا ہو اور جا کر وضو کرے۔ اس پر حضرت جَرِیر نے فرمایا اے امیر المومنین! کیا تمام لوگ وضو نہ کریں؟ (اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور جس کی ہوا خارج ہوئی اُس کے عیب پر پردہ بھی پڑا رہے گا) حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ جاہلیت میں بھی بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہیں (پردہ پوشی کی کیسی اچھی ترکیب آپ نے بتائی)۔[3]

---

[1] اخرجہ ابوداؤد والنسائی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۷۰) وقال رواہ ابوداؤد والنسائی بذکر القصۃ وبدونہا وابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح الاسناد قال المنذری رجال اسانید ہم ثقات ولکن اختلف فیہ علی ابراہیم بن نشیط اختلافا کثیرا [2] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۸۸) [3] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۱)

تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ستر مسلم کے خلاف ہے۔ اس کے چچا نے یہ بات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بتائی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا (بالکل نہ بتاؤ اور) اس کی ایسے شادی کرو جیسے تم اپنی نیک بھلی لڑکیوں کی کرتے ہو۔[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک عورت نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کہا اے امیر المومنین! مجھے ایک بچہ ملا اور اس کے ساتھ ایک مصری سفید کپڑا ملا جس میں سو دینار تھے میں نے دونوں کو اٹھا لیا (اور گھر لے آئی) اور اس بچے کے لیئے دودھ پلانے والی عورت کا اُجرت پر انتظام کیا اب میرے پاس چار عورتیں آتی ہیں اور وہ چاروں اسے چومتی ہیں۔ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ ان چاروں میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب جب وہ عورتیں آئیں تو مجھے اطلاع کر دینا (وہ عورتیں آئیں تو) اس عورت نے حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دی (حضرت عمرؓ اس کے گھر گئے اور) ان میں سے ایک عورت سے حضرت عمرؓ نے کہا تم میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ اس عورت نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے (معلوم کرنے کا) اچھا انداز اختیار نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کے عیب پر پردہ ڈالا ہے آپ اس کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا ہے۔ پھر اس پہلی عورت سے کہا آئندہ جب یہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو ان سے کچھ نہ پوچھنا اور ان کے بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہنا اور پھر حضرت عمرؓ واپس تشریف لے گئے۔[2]

حضرت صالح بن کُزُز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری ایک باندی سے زنا صادر ہو گیا۔ میں اسے لے کر حضرت حکم بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا اے صالح! یہ تمہارے ساتھ باندی کیوں ہے؟ میں نے کہا میری اس باندی سے زنا صادر ہو گیا ہے اب میں اس کا معاملہ امام کے سامنے لے جانا چاہتا ہوں تاکہ وہ اسے شرعی سزا دے۔ حضرت انسؓ نے کہا ایسے نہ کرو۔ اپنی باندی کو واپس لے جاؤ اور اللہ سے ڈرو اور اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔ میں نے کہا نہیں میں ایسے نہیں کروں گا۔ حضرت انسؓ نے فرمایا ایسے نہ کرو اور میری بات مانو۔ وہ بار بار مجھ پر اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ میں باندی کو واپس گھر لے گیا۔[3]

---

[1] عند سعید بن منصور والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۶) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۲۹) [3] اخرجہ عبد الرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۹۴)

(سورت ممتحنہ آیت ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دینِ حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ رسولؐ کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لا چکے ہو شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو۔ تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹکے گا۔[1]

امام احمد نے یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت حاطب نے عرض کیا کہ میں نے یہ کام نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کے لئے کیا ہے اور نہ منافق ہونے کی وجہ سے کیا ہے مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو غالب فرمائیں گے اور حضورؐ کے دین کو کمال تک پہنچائیں گے (میں حضورؐ کا راز کفارِ مکہ کو بتادوں گا اس سے حضورؐ کا کوئی نقصان نہ ہوگا) اصل بات یہ تھی کہ میں قریش میں اجنبی باہر کا آدمی ہوں اور میری والدہ ان کے ساتھ رہتی ہیں تو میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کردوں۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے کہا کیا میں اس کا سر نہ اڑا دوں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اہلِ بدر میں سے ایک آدمی کو قتل کروگے؟ تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف جھانک کر فرمادیا ہو کہ تم جو چاہے کرو۔[2]

حضرت ابو مطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور لوگوں نے بتایا کہ اس آدمی نے اونٹ چوری کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا میرے خیال میں تو تم نے چوری نہیں کی ہے اس نے کہا نہیں میں نے چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا شاید تمہیں شبہ ہوگیا ہو (کہ تمہارا اونٹ ہے یا کسی اور کا) اس نے کہا نہیں۔ میں نے

---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ بقیۃ الجماعۃ الا ابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸۴)

[2] تفرد بہذا الحدیث من ہذا الوجہ الامام احمد واسنادہ علی شرط مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸۴) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۰۳) رواہ احمد وابو یعلی ورجال احمد رجال الصحیح. انتہی واخرجہ الحاکم ایضاً کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۴۷)، واخرجہ ایضاً ابو یعلی والبزار والطبرانی عن عمر قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۴) ورجالہم رجال الصحیح الا احمد وابو یعلی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ورجال احمد رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۳)

مُسلمان سے دَرگُزر کرنا اور اُسے معاف کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھیجا اور فرمایا تم لوگ یہاں سے چلو اور رَوْضَہ خاخ (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) پہنچ جاؤ وہاں ایک ہَودہ نشین عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور ہمارے گھوڑے ایک دوسرے سے مقابلہ میں خوب تیز دوڑ رہے تھے۔ جب ہم رَوْضَہ پہنچے تو ہمیں وہاں ایک ہَودہ نشیں عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکال دے اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکال دے نہیں تو تیرے سارے کپڑے اُتار دیں گے (اور تیری تلاشی لیں گے کیونکہ جاسوس سے مسلمانوں کے راز کا خط لینے کے لیئے اس کی آبرو ریزی کرنا درست ہے) چنانچہ اس نے اپنے سر کے جُوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ وہ خط لے کر ہم لوگ حُضورؐ کی خدمت میں آئے تو وہ خط حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے چند مُشرک لوگوں کے نام تھا جس میں انہوں نے حُضورؐ کی رازکی بات لکھی ہوئی تھی۔ حُضورؐ نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں میں قبیلہ قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ ان کا حلیف ہوں اور آپ کے ساتھ جو مکہ کے مہاجرین ہیں ان سب کی مشرکین مکہ سے رشتہ داری ہے اس رشتہ داری کی وجہ سے وہ مشرک مسلمانوں کے جو گھر والے اور مال و دولت مکہ میں ہے ان سب کی حفاظت کرتے ہیں (میرے بھی رشتہ دار مکہ میں ہیں) میں نے سوچا کہ قریش سے میرا نسبی رشتہ تو ہے نہیں اس لیئے میں (آپ کا راز بتا کر) ان پر احسان کر دیتا ہوں اس وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے مُرتد ہو گیا ہوں یا اسلام کے بعد اب مجھے کُفر پسند آگیا ہے۔ حُضورؐ نے فرمایا عمر سے سُنو یہ تم سے بات سچی کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں حُضورؐ نے فرمایا نہیں، یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے تمہیں کیا خبر؟ شاید اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو تم جو چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ سے لے کر فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ تک

والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں اور جب کسی حاکم کے سامنے کسی کا جرم شرعاً ثابت ہوجائے تو اب اس حاکم پر لازم ہے کہ وہ اس مجرم کو شرعی سزا دے۔ پھر حضرت عبداللہ سنانے لگے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ ایک انصاری آدمی تھا۔ جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو غم کے مارے حضورؐ کا بُرا حال ہوگیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کہ حضورؐ کے چہرے پر راکھ چھڑکی گئی ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اس آدمی کے لائے جانے سے بہت گرانی ہو رہی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا مجھے گرانی کیوں نہ ہو جب کہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو؟ (تمہیں وہیں اسے معاف کر دینا چاہیئے تھا) اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں اور وہ معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں (میں معاف نہیں کر سکتا کیونکہ) جب حاکم کے سامنے کوئی جرم شرعاً ثابت ہوجائے تو ضروری ہے کہ وہ اس جرم کی شرعی سزا نافذ کرے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔

(سورت نور آیت ۲۲)

ترجمہ: اور چاہیئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ [1]

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے جو حد شرعی قائم کی گئی اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا پھر اس کے خلاف گواہوں نے گواہی دی حضورؐ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جب اس آدمی کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضورؐ کا چہرہ غم کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے اس پر راکھ چھڑک دی گئی ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اس کے ہاتھ کے کٹنے سے سخت صدمہ ہو رہا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا مجھے صدمہ کیوں نہ ہو جب کہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا آپ اسے چھوڑ دیتے (اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتے) حضورؐ نے فرمایا میرے پاس لانے سے پہلے تم لوگوں نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا (میں نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ) امام کے سامنے جب حد شرعی ثابت ہوجائے تو وہ اسے روک نہیں سکتا۔ [2]

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق وابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم والبیہقی [2] عن عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۸۳ و ۸۹)

چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے قنبر! اسے لے جاؤ اس کی انگلی باندھ دو، آگ جلالو اور جلاد کو ہاتھ کاٹنے کے لیے بلالو اور میرے واپس آنے کا انتظار کرو۔ جب حضرت علیؓ واپس آئے تو اس آدمی سے کہا کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اس پر لوگوں نے کہا اے امیرالمومنین! جب وہ ایک دفعہ آپ کے سامنے اقرار کر چکا ہے تو آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے اسی کی بات پر اسے پکڑا تھا اور اسی کی بات پر اسے چھوڑا ہے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ حضورؐ کے حکم فرمانے پر اس کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو حضورؐ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا میں کیوں نہ روؤں جبکہ میرے اُمتی کا ہاتھ تم سب کی موجودگی میں کاٹا جا رہا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے اسے معاف کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا وہ بہت بُرا حاکم ہے جو شرعی سزا کو معاف کر دے۔ ہاں تم لوگ آپس میں یہ جرائم ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو۔[1] (شرعاً ثابت ہونے کے بعد حاکم معاف نہیں کرسکتا)

حضرت ابراہیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بھتیجے کو لے کر آیا اس کا بھتیجا نشہ میں مدہوش تھا اس آدمی نے کہا میں نے اسے نشہ میں مدہوش پایا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اسے خوب اچھی طرح ہلاؤ اور جھڑجھڑاؤ اور اس کے منہ سے بُو سونگھو۔ لوگوں نے اسے خوب ہلایا اور سونگھا تو اس کے منہ سے شراب کی بُو آ رہی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حکم دیا تو اسے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اگلے دن اسے جیل سے باہر نکالا اور فرمایا کوڑے کی گانٹھ کو کوٹ دو تاکہ چابک جیسا ہو جائے چنانچہ اسے کوٹ دیا گیا پھر جلاد سے فرمایا اسے مارو لیکن ہاتھ اتنا نہ اُٹھاؤ کہ بغل نظر آنے لگے اور ہر عضو کو اس کا حق دو۔ حضرت عبداللہ نے اسے اس طرح کوڑے لگوائے جو زیادہ سخت نہ تھے اور جلاد کا ہاتھ بھی زیادہ اوپر نہیں اُٹھتا تھا۔ کوڑے لگوانے کے وقت اس آدمی نے جُبّہ اور شلوار پہنی ہوئی تھی۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ آدمی تیم کا بہت بُرا سرپرست ہے (اے فلانے) تم نے اسے تمیز نہ سکھائی اور نہ اسے اچھی طرح ادب اور سلیقہ سکھایا۔ اس نے رسوائی والا کام کر لیا تھا لیکن تم نے اس پر پردہ نہ ڈالا۔ پھر حضرت عبداللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمانے

---

[1] اخرجہ ابوبکر البیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۱۷)

مسلمان کے نامناسب فعل کی اچھی تاویل کرنا

حضرت ابوعمران وغیرہ حضرات کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں جو بات حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہنچی ہے اس کی بنیاد پر وہ مُرتد ہو گئے ہیں۔ حضرت مالک نے اس دعویٰ کا انکار کیا اور کہا میں اسلام پر ہوں میں نے اپنا دین نہیں بدلا۔ حضرت ابوقتادہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت مالک کے حق میں گواہی دی لیکن حضرت خالد اپنے فیصلہ پر برقرار رہے اور انہوں نے حضرت مالک کو آگے کیا اور حضرت ضرار بن اُزور کو حکم دیا جس پر حضرت ضرار نے حضرت مالک کو قتل کر دیا۔ (عدت گزرنے کے بعد) حضرت خالد نے حضرت مالک کی بیوی اُم تمیم کو قبضہ میں لے کر اس سے شادی کر لی جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت خالد نے حضرت مالک کو قتل کر کے ان کی بیوی سے شادی کر لی ہے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت خالد نے زنا کیا ہے آپ اسے رجم کریں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں انہیں رجم نہیں کر سکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا انہوں نے ناحق قتل کیا ہے اس لیے بدلہ میں آپ انہیں قتل کریں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں انہیں قتل بھی نہیں کروں گا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر انہیں معزول ہی کر دیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جو تلوار اللہ نے کافروں پر سونتی ہے میں اسے کبھی بھی نیام میں نہیں کر سکتا۔[1]

گناہ سے نفرت کرنا گناہ کرنے والے سے نفرت نہ کرنا

حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تھا اور لوگ اسے بُرا بھلا کہہ رہے تھے حضرت ابوالدرداءؓ نے لوگوں سے کہا ذرا یہ تو بتاؤ اگر تمہیں یہ آدمی کسی کنوئیں میں گرا ہوا ملتا تو کیا تم اسے نہ نکالتے؟

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حج یا عمرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ہم نے ایک سوار آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ یہ ہمیں تلاش کر رہا ہے اس آدمی نے آکر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اگر تم مقروض ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں کسی کا ڈر ہے تو ہم تمہیں امن دیں گے لیکن اگر تم نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے تو پھر تمہیں بھی اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور اگر تمہیں کسی قوم کے پڑوس میں رہنا پسند نہیں ہے تو ہم تمہیں وہاں سے کسی اور جگہ لے جائیں گے۔ اس نے کہا میں قبیلہ بنو تمیم کا آدمی ہوں، میں نے شراب پی تھی جس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے بھی لگوائے اور میرے سر کے بال بھی منڈوائے اور میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں میرا چکر بھی لگوایا اور لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ تم لوگ نہ اس کے پاس بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ کھانا کھاؤ اس پر میرے دل میں تین باتیں آئی ہیں یا تو میں تلوار لے کر حضرت ابوموسیٰ کو قتل کر دوں یا میں آپ کے پاس آجاؤں اور آپ میری جگہ بدل دیں اور مجھے ملک شام بھیج دیں کیونکہ ملک شام والے مجھے جانتے نہیں ہیں۔ (اس لیے وہاں رہنا میرے لیے آسان ہوگا) یا میں دشمن کے ساتھ جا ملوں اور ان کے ساتھ کھاؤں اور پیوں یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا تم دشمن سے جا ملو اور مجھے بے انتہا مال مل جائے تب بھی مجھے اس سے ذرہ برابر خوشی نہیں ہوگی اور میں تو زمانۂ جاہلیت میں سب سے زیادہ شراب پینے والا تھا اور یہ شراب پینا زنا جیسا جرم نہیں ہے اور حضرت ابوموسیٰ کو یہ خط لکھوایا۔

"سلامٌ علیک۔ اما بعد! قبیلہ بنو تمیم کے فلاں بن فلاں نے مجھ سے اس اس طرح بیان کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آئندہ تم اس طرح دوبارہ کرو گے تو میں تمہارا منہ کالا کر کے لوگوں میں تم کو پھراؤں گا جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اگر تم اس کے حق ہونے کو جاننا چاہتے ہو تو یہ حرکت دوبارہ کر کے دیکھ لینا لوگوں میں یہ اعلان کراؤ کہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھا کریں اور اس کے ساتھ کھایا کریں اور اگر وہ (آئندہ شراب پینے سے) توبہ کر لے تو تم اس کی گواہی قبول کرو۔"

پھر حضرت عمرؓ نے اسے سواری بھی دی اور دو سو درہم بھی دیئے [1]

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۰۷)

زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا البتہ جب رات کو ان کی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر اپنی کروٹ بدلتے اور تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے اور اللہ اکبر کہتے اور نماز فجر کے لیئے بستر سے اُٹھتے ہاں جب بات کرتے تو خیر ہی کی بات کرتے۔ جب تین راتیں گزر گئیں اور مجھے ان کے تمام اعمال عام معمول کے ہی نظر آئے (اور میں حیران ہوا کہ حضورؐ نے ان کے لیئے بشارت تو اتنی بڑی دی اور ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے ان سے کہا اے اللہ کے بندے! میرا والد صاحب سے کوئی جھگڑا انہیں ہوا نہ کوئی ناراضگی ہوئی اور نہ میں نے انہیں چھوڑنے کی قسم کھائی بلکہ قصہ یہ ہوا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے۔ اس پر میں نے سوچا کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا خاص عمل دیکھوں اور پھر اس عمل میں آپ کے نقش قدم پر چلوں میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے تو دیکھا نہیں تو اب آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کونسا خاص عمل ہے جس کی وجہ سے آپ اس درجہ کو پہنچ گئے جو حضورؐ نے بتایا ہے انہوں نے کہا میرا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں وہی عمل ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔ میں یہ سن کر چل پڑا جب میں نے پشت پھیری تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا میرے اعمال تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ یہ ایک خاص عمل ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں ہے اور کسی کو اللہ نے کوئی خاص نعمت عطا فرما رکھی ہو تو میں اس پر اس سے حسد نہیں کرتا۔ میں نے کہا اسی چیز نے آپ کو اتنے بڑے درجے تک پہنچایا ہے[1] بزار کی روایت میں ان صحابی کا نام حضرت سعد بتایا ہے اور روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے حضرت عبداللہ سے کہا اے میرے بھتیجے! میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میں جب رات کو سوتا ہوں تو میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کینہ وغیرہ نہیں ہوتا یا اس جیسی بات ارشاد فرمائی۔ نسائی، بیہقی اور اصبہانی کی روایت میں یہ ہے کہ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں ہے[2] ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ ان صاحب کا نام حضرت سعد بن

---

[1] اخرجہ احمد باسناد حسن والنسائی ورواہ ابویعلی والبزار نحوہ [2] کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۲۸)، قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۰)، رجال احمد رجال الصحیح وکذلک احد اسنادی البزار الا ان سیاق الحدیث لابن لہیعۃ اھ وقال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۴ ص ۳۳۸)، لحدیث احمد وہذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین اھ واخرجہ ایضا ابن عساکر ورجالہ رجال الصحیح۔

لوگوں نے کہا ضرور نکالتے حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا تم اسے بُرا بھلا نہ کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس گناہ سے بچا رکھا ہے لوگوں نے کہا کیا آپ کو اس آدمی سے نفرت نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس کے بُرے عمل سے نفرت ہے جب یہ اسے چھوڑ دے گا تو پھر یہ میرا بھائی ہے[1] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ تمہارے بھائی سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے تو اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ کہ یہ بددعائیں کرنے لگ جاؤ کہ اے اللہ اسے رسوا فرما اے اللہ! اس پر لعنت بھیج بلکہ اللہ سے اس کے لئے اور اپنے لئے عافیت مانگو۔ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اس وقت تک کسی آدمی کے بارے میں کوئی بات نہیں کہتے تھے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ اس کی موت کس حالت پر ہوئی ہے اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا تو ہم یقین کر لیتے کہ اسے بڑی خیر حاصل ہوئی ہے اور اگر اس کا خاتمہ بُرا ہوتا تو ہم اس کے بارے میں ڈرتے رہتے[2]

سینہ کو کھوٹ اور حسد سے پاک صاف رکھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا تو اتنے میں ایک انصاری آئے جن کی داڑھی سے وضو کے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں جوتیاں لٹکا رکھی تھیں۔ اگلے دن پھر حضورؐ نے وہی بات فرمائی تو پھر وہی انصاری اسی طرح آئے جس طرح پہلی مرتبہ آئے تھے۔ تیسرے دن پھر حضورؐ نے ویسی ہی بات فرمائی اور وہی انصاری اسی حال میں آئے۔ جب حضورؐ مجلس سے اٹھے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اس انصاری کے پیچھے گئے اور ان سے کہا میرا والد صاحب سے جھگڑا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں نے قسم کھالی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے اپنے ہاں تین دن ٹھہرالیں۔ انہوں نے کہا ضرور۔ پھر حضرت عبداللہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ان کے پاس تین راتیں گزاریں لیکن میں نے ان کو رات میں

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۷۴) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۵ عن ابی قلابۃ مثلاً

[2] اخرجہ ایضاً ابونعیم (ج ۴ ص ۲۰۵)

حاضر ہونے کی اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا اپنے خاندان کا بُرا آدمی ہے (آپ نے اجازت دے دی) جب وہ حاضر خدمت ہُوا تو آپ نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر وہ آدمی چلا گیا پھر ایک اور آدمی نے اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا اچھا آدمی ہے جب وہ اندر آیا تو حضورؐ نے کوئی خوشی اور مسرت کا زیادہ اظہار نہیں کیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں نے اجازت مانگی تو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ بُرا آدمی ہے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس کے سامنے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر دوسرے نے اجازت مانگی آپ نے اس کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ کو اس کے ساتھ ویسا سلوک کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا جیسا آپ نے پہلے کے ساتھ کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! لوگوں میں سب سے بُرا آدمی وہ ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے بچتے ہوں [1]

حضرت صفوان بن عسّال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ سامنے سے ایک آدمی آیا جب حضورؐ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ اپنے خاندان کا بُرا فرد ہے اور بُرا آدمی ہے جب وہ قریب آگیا تو آپ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا بُرا فرد ہے اور بُرا آدمی ہے لیکن جب وہ آیا تو اسے آپ نے اپنے قریب بٹھایا؟ آپ نے فرمایا یہ منافق ہے میں اس کے نفاق کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی برت رہا تھا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ یہ دوسروں کو میرا مخالف بنا دے گا اور انہیں بگاڑ دے گا۔ [2]

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں قریش کا ایک آدمی سامنے سے آیا۔ حضورؐ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اے بُرَیدہ! تم اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یہ قریش کے اونچے خاندان کا آدمی ہے اور ان میں سب سے زیادہ مالدار ہے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا۔ میں نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا۔ آخر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنی معلومات کے مطابق آپ کو بتایا ہے ویسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح وفی الصحیح بعضہ۔ انتہیٰ واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۹۰) مختصراً۔ [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۱۹۱) قال ابونعیم ہذا حدیث غریب۔

ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھا اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے کہا میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے لیے بُرا جذبہ نہیں اور نہ میں زبان سے بُرا بول نکالتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے یہ میرے بس میں تو ہے نہیں [1]

حضرت زید بن اسلمؒ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابوعبیدہؓ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، وہ بیمار تھے لیکن ان کا چہرہ چمک رہا تھا تو کسی نے پوچھا کہ آپ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اپنے اعمال میں سے دو عملوں پر سب سے زیادہ بھروسہ ہے ایک تو یہ ہے کہ میں کوئی لایعنی بات نہیں کرتا تھا دوسرے یہ کہ میرا دل تمام مسلمانوں سے بالکل صاف تھا [2]

مسلمانوں کی اچھی حالت پر خوش ہونا

حضرت ابن بُرَیدہ اسلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہا حضرت ابن عباسؓ نے کہا تم مجھے بُرا بھلا کہتے ہو حالانکہ مجھ میں تین عمدہ صفات پائی جاتی ہیں پہلی یہ کہ جب میں قرآن کی کسی آیت کو پڑھتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس آیت کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے اور دوسری یہ کہ جب میں مسلمانوں کے حاکم کے بارے میں سُنتا ہوں کہ وہ انصاف والے فیصلے کرتا ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ مجھے کبھی بھی اپنا مقدمہ اس کے پاس فیصلہ کے لیے لے جانا ہی نہ پڑے اور تیسری یہ کہ جب میں یہ سُنتا ہوں کہ مسلمانوں کے فلاں علاقہ میں بارش ہوئی ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے حالانکہ اس علاقہ میں میرا کوئی چرنے والا جانور نہیں ہوتا [3]

لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا تاکہ ٹوٹ نہ جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[1] کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۴۳)، [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۰۲)، [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۸۴)، رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ البیہقی کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۳۳)، وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۲) نحوہ۔

اس ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑ دو گے؟ چنانچہ حضورؐ کے اس فرمان کے بعد کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کو کچھ بُرا بھلا کہہ دیا پھر آپ ابوبکرؓ نے کہا (مجھ سے غلطی ہوگئی اس لیئے) اے میرے بھائی! آپ میرے لیئے اللہ سے استغفار کریں حضرت عمرؓ کو غصہ آیا ہوا تھا اس لیئے وہ خاموش رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی لیکن حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور وہاں جاکر بیٹھ گئے اور ساری بات حضورؐ کو بتادی۔ حضورؐ نے فرمایا (اے عمرؓ!) تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کررہا ہے اور تم اس کے لیئے استغفار نہیں کررہے یہ کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر نبی بنا کر بھیجا ہے! یہ جتنی (دفعہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے رہے میں ہر دفعہ (چپکے سے) ان کے لیئے استغفار کرتا تھا اور آپ کے بعد اللہ کی مخلوق میں مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ کے بعد مجھے بھی ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابوبکرؓ نے کہا تھا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنالیتا۔ بہرحال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی اور یہ بھائی چارہ اللہ کی وجہ سے ہے۔ غور سے سُنو (مسجدِ نبوی کی طرف کھلنے والی) ہر کھڑکی بند کردو لیکن ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زوجہ محترمہ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مجھے انتقال کے وقت بلایا (میں ان کے پاس گئی تو مجھ سے) کہا ہمارے درمیان کوئی بات ہوجایا کرتی تھی جیسے سوکنوں میں ہُوا کرتی ہے تو جو کچھ ہُوا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے اور آپ کو بھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی ساری باتیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے اور ان باتوں کی سزا سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے کہا آپ نے مجھے

---

[1] اخرجہ البخاری کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۹۲) [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۵) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ اھ

اس ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑ دو گے؟ چنانچہ حضورؐ کے اس فرمان کے بعد کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کو کچھ برا بھلا کہہ دیا پھر آپ ابوبکرؓ نے کہا (مجھ سے غلطی ہوگئی اس لیئے) اے میرے بھائی! آپ میرے لیئے اللہ سے استغفار کریں حضرت عمرؓ کو غصہ آیا ہوا تھا اس لیئے وہ خاموش رہے حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی لیکن حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور وہاں جاکر بیٹھ گئے اور ساری بات حضورؐ کو بتادی حضورؐ نے فرمایا (اے عمرؓ) تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کر رہا ہے اور تم اس کے لیئے استغفار نہیں کر رہے یہ کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر نبی بنا کر بھیجا ہے! جتنی دفعہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے رہے میں ہر دفعہ (چپکے سے) ان کے لیئے استغفار کرتا تھا اور آپ کے بعد اللہ کی مخلوق میں مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ کے بعد مجھے بھی ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابوبکرؓ نے کہا تھا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنالیتا۔ بہرحال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی اور یہ بھائی چارہ اللہ کی وجہ سے ہے۔ غور سے سُنو (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی) ہر کھڑکی بند کر دو سوائے (ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مجھے انتقال کے وقت بلایا (میں ان کے پاس گئی تو مجھ سے) کہا ہمارے درمیان کوئی بات ہو جایا کرتی تھی جیسے سوکنوں میں ہوا کرتی ہے تو جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے اور آپ کو بھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی ساری باتیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے اور ان باتوں کی سزا سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ حضرت اُم حبیبہؓ نے کہا آپ نے مجھے

---

[1] اخرجہ البخاری کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۹۲) [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۵) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ اھ

کہہ کر) ایذاء پہنچائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بالکل معاف نہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے نہ تو تکلف ڈالا ہے اور نہ کچھ اور کیا ہے (واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے) اے اللہ! میری یہ غلطی معاف فرما اور حضرت عمرؓ اس سے معافی مانگتے رہے یہاں تک کہ اس نے معاف کر دیا۔[1]

حضرت رُجاء بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اس حلقہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اتنے میں اس حلقہ پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا گزر ہوا انہوں نے سلام کیا سب حلقہ والوں نے جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو خاموش رہے بلکہ کچھ دیر کے بعد وہ حضرت حسنؓ کے پیچھے گئے اور جا کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) پھر حضرت ابوسعید ساتھ تھے ان سے کہا یہ وہ انسان ہے جو تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم! جنگ صفین کے بعد سے آج تک میں نے ان سے بات نہیں کی تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا آپ ان کے پاس جا کر اپنا عذر ان سے کیوں نہیں بیان کر دیتے؟ انہوں نے کہا بہت اچھا (میں تیار ہوں اتنے میں حضرت حسنؓ اپنے گھر میں اندر جا چکے تھے) حضرت عبداللہ وہاں کھڑے ہوگئے اور حضرت ابوسعیدؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت حسنؓ نے اجازت دے دی پھر اندر جا کر حضرت ابوسعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے لیے اجازت مانگی (ان کو بھی اجازت مل گئی) اور وہ اندر چلے گئے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کہا حضرت حسنؓ کے گزرنے پر آپ نے جو بات ہم سے کہی تھی وہ ذرا اب پھر کہہ دیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا بہت اچھا میں نے یہ کہا تھا کہ یہ تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضرت حسنؓ نے فرمایا جب تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم نے جنگ صفین کے دن ہم سے جنگ کیوں کی یا تم نے ہمارے مخالفین کی تعداد میں اضافہ کیوں کیا؟ حضرت عبداللہ نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو میں نے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ ہو کر تلوار چلائی البتہ میں اپنے والد کے ساتھ گیا تھا۔ حضرت حسنؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس کام سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی

---

[1] اخرجہ ابن المنذر کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۰)

کہہ کر) ایذاء پہنچائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بالکل معاف نہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے نہ تو شگاف ڈالا ہے اور نہ کچھ اور کیا ہے (واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے) اے اللہ! میری یہ غلطی معاف فرما اور حضرت عمرؓ اس سے معافی مانگتے رہے یہاں تک کہ اس نے معاف کردیا۔[1]

حضرت رجاء بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اس حلقہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اتنے میں اس حلقہ پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا گزر ہوا انہوں نے سلام کیا سب حلقہ والوں نے جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو خاموش رہے بلکہ کچھ دیر کے بعد وہ حضرت حسنؓ کے پیچھے گئے اور جاکر کہا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ پھر (حضرت ابوسعیدؓ ساتھ تھے ان سے) کہا یہ وہ انسان ہے جو تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم! جنگ صفین کے بعد سے آج تک میں نے ان سے بات نہیں کی تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا آپ ان کے پاس جاکر اپنا عذر ان سے کیوں نہیں بیان کردیتے؟ انہوں نے کہا بہت اچھا (میں تیار ہوں اتنے میں حضرت حسنؓ اپنے گھر میں اندر جاچکے تھے) حضرت عبداللہ وہاں کھڑے ہوگئے اور حضرت ابوسعیدؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت حسنؓ نے اجازت دے دی پھر اندر جاکر حضرت ابوسعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے لئے اجازت مانگی (ان کو بھی اجازت مل گئی) اور وہ اندر چلے گئے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کہا حضرت حسنؓ کے گزرنے پر آپ نے جو بات ہم سے کہی تھی وہ ذرا اب پھر کہہ دیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا بہت اچھا میں نے یہ کہا تھا کہ یہ تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضرت حسنؓ نے فرمایا جب تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم نے جنگ صفین کے دن ہم سے جنگ کیوں کی یا تم نے ہمارے مخالفوں کی تعداد میں اضافہ کیوں کیا؟ حضرت عبداللہ نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو میں نے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ ہوکر تلوار چلائی البتہ میں اپنے والد کے ساتھ گیا تھا۔ حضرت حسنؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس کام سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی

---

[1] اخرجہ ابن المنذر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۰)

حسینؓ نے اجازت نہ دی لیکن حضرت ابوسعید اجازت مانگتے رہے آخر حضرت حسینؓ نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اندر آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوسعید اپنی جگہ سے ہٹنے لگے وہ حضرت حسینؓ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت حسینؓ نے حضرت ابوسعید کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت ابن عمروؓ کھڑے رہے، بیٹھے نہیں۔ جب حضرت حسینؓ نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے حضرت ابوسعیدؓ کو ذرا پرے کرکے بیٹھنے کی جگہ بنا دی۔ وہاں اگر حضرت عبداللہ دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے پھر حضرت ابوسعید نے سارا قصہ سنایا تو حضرت حسینؓ نے کہا اے ابن عمرو! کیا ایسی ہی بات ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں؟ حضرت عبداللہ نے کہا جی ہاں بالکل۔ رب کعبہ کی قسم! آپ تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت حسینؓ نے کہا تو پھر آپ نے جنگ صفین کے دن مجھ سے اور میرے والد سے جنگ کیوں کی؟ اللہ کی قسم! میرے والد تو مجھ سے بہتر تھے۔ حضرت عبداللہ نے کہا بالکل آپ کے والد آپ سے بھی بہتر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری یہ شکایت کی تھی کہ عبداللہ دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے حضورؐ نے مجھ سے فرمایا رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو اور دن میں روزے بھی رکھا کرو اور افطار بھی کیا کرو اور (اپنے والد) عمرو کی بات مانا کرو۔ جنگ صفین کے موقع پر انہوں نے مجھے قسم دے کر کہا تھا کہ اس میں شرکت کرو۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان کے لشکر میں اضافہ کیا اور نہ میں نے تلوار سونتی اور نہ نیزہ کسی کو مارا اور نہ تیر چلایا۔ حضرت حسینؓ نے کہا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس کام سے خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں مخلوق کی نہیں ماننی چاہیئے؟ حضرت عبداللہ نے کہا معلوم ہے۔ حضرت عبداللہ اپنا عذر بار بار بیان کرتے رہے جس پر آخر حضرت حسینؓ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا۔[1]

مسلمان کی ضرورت پوری کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو نعمتوں میں سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۷) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ علی بن سعید بن بشیر وفیہ لین وہو حافظ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی

ہو اس کام میں مخلوق کی بات نہیں ماننی چاہیئے؟ حضرت عبداللہ نے کہا جی معلوم ہے لیکن میں والد کے ساتھ اس لیئے گیا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلسل روزے رکھا کرتا تھا میرے والد نے حضورؐ سے اس بارے میں میری شکایت کی اور یوں کہا یا رسول اللہ عبداللہ بن عمرو دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کبھی روزے رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سویا کرو کیونکہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور حضورؐ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا اے عبداللہ! اپنے والد کی بات مانا کرو (چونکہ حضورؐ نے والد کی ماننے کی مجھے بہت تاکید کی تھی اس لیئے) جب وہ جنگ صفین میں شریک ہوئے تو مجھے ان کے ساتھ جانا پڑا۔[1]

حضرت اعجاء بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھا (وہاں اور لوگ بھی تھے) کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے انہوں نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما (بھی وہاں تھے وہ) خاموش رہے۔ جب لوگ خاموش ہوگئے تو پھر حضرت عبداللہ نے بلند آواز سے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتاؤں جو زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور بتائیں۔ انہوں نے کہا یہی حضرت میں جو ابھی یہاں سے گزر کر گئے ہیں اللہ کی قسم! جنگ صفین کے بعد سے اب تک نہ میں ان سے بات کر سکا ہوں اور نہ انہوں نے مجھ سے بات کی ہے اور اللہ کی قسم! ان کا مجھ سے راضی ہو جانا مجھے احد پہاڑ جتنا مال ملنے سے زیادہ محبوب ہے حضرت ابوسعید نے ان سے کہا تم ان کے پاس چلے کیوں نہیں جاتے؟ انہوں نے کہا میں جانے کو تیار ہوں چنانچہ دونوں حضرات نے طے کیا کہ اگلے دن صبح ان کے پاس جائیں گے (وہ دونوں اگلے دن صبح ان کے پاس گئے) میں بھی دونوں حضرات کے ساتھ گیا۔ حضرت ابوسعید نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت حسینؓ نے اجازت دے دی۔ میں اور حضرت ابوسعیدؓ اندر چلے گئے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے حضرت ابن عمروؓ کے لیئے اجازت مانگی لیکن حضرت

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۷) رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح غیر ہاشم بن البرید وہو ثقۃ۔ انتہیٰ

بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا۔ (سورت مُجَادَلَہ آیت ۱)

ترجمہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سُن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے مُعاملہ میں جھگڑتی تھی" لہ

مسلمان کی ضرورت کے لیئے چل کر جانا

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حُضور صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسلّم کی مسجد میں مُعتکف تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کرکے (چُپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عبّاسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور (نبی کریم صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسلّم کی قبر انور کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ) اس قبر والے کی عزّت کی قسم! میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عبّاسؓ نے کہا اچھا کیا میں اس سے تمہاری سفارش کروں؟ اس نے عرض کیا اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت ابن عبّاسؓ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسلّم) سے سُنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عبّاسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حُضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کام کے لیئے چلے اور اس کام میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لیئے یہ دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنّم کے درمیان تین خندقیں اٹھرفرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان، زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ ہوگی) لہ

مسلمان کی زیارت کرنا

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسلّم خصوصی طور پر

لہ عبد البخاری فی تاریخہ وابن مردویہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۸) لہ اخرجہ الطبرانی والبیہقی واللفظ لہ والحاکم مختصرا وقال صحیح الاسناد کذا فی ترغیب (ج ۲ ص ۲۷۲)

کون سی نعمت سے نواز کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے ایک یہ کہ ایک آدمی یہ اُمید لگا کر میری طرف خلوص چہرہ کے ساتھ آتا ہے کہ اس کی ضرورت مجھ سے پوری ہوگی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اس کی ضرورت آسانی سے پوری کرا دیتے ہیں (اب یہ اس کا مجھ سے اپنی اُمید لگانا یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے یا میرا اس کی ضرورت کو پورا کرنا بڑی نعمت ہے) اور میں کسی مسلمان کی ایک ضرورت پوری کردوں یہ مجھے زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے [1]

مسلمان کی ضرورت کے لیئے کھڑا ہونا

حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خَوْلہ رضی اللہ عنہا لوگوں کے ساتھ چلی جارہی تھیں کہ ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے رُکنے کو کہا حضرت عمرؓ رُک گئے اور ان کے قریب آگئے اور ان کی طرف سر جھکا لیا اور اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ کر ان کی بات سُننے لگے (چونکہ بہت بوڑھی تھیں اس لیئے حضرت عمرؓ نے اُنہیں سنبھالنے کے لیئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے) اور یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ حضرت خَوْلہ نے اپنی بات پوری کرلی اور واپس چلی گئیں۔ اس پر ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین! اس بڑھیا کی وجہ سے آپ نے قریش کے بڑے بڑے مُردوں کو روکے رکھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا ناس ہو! تو جانتا ہے کہ یہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں نہیں جانتا حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سُنی تھی یہ حضرت خَوْلہ بنت ثَعْلَبہ ہیں اللہ کی قسم! اگر یہ رات تک میرے پاس سے نہ ہٹتیں تو میں بھی ان کی بات کے پورا ہونے تک یونہی کھڑا رہتا [2]

حضرت ثُمامہ بن حُزَن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر چلے جارہے تھے کہ انہیں ایک عورت ملی۔ اس عورت نے کہا ٹھہریئے اے عمرؓ! حضرت عمرؓ ٹھہر گئے۔ اس عورت نے حضرت عمرؓ سے بڑی سختی سے بات کی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میں نے آج جیسا منظر تو کبھی دیکھا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اس عورت کی بات کیوں نہ سُنوں جب کہ یہ وہ عورت ہے جس کی بات کو اللہ نے سُنا اور اسی عورت کے

---

[1] اخرجہ الدیری کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۷) [2] اخرجہ ابن ابی حاتم والدارمی والبیہقی۔

مُدائن سے پیدل چل کر مَلکِ شام آئے اس وقت انہوں نے گھٹنوں تک کی چھوٹی شلوار پہنی ہوئی تھی[1]

ملنے کے لیئے آنے والوں کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے (اکرام کے لیئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضورؐ کے درمیان پڑا رہا[2]

حضرت اُمِّ سعد بنت سعد بن رَبیع رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئی انہوں نے میرے لیئے اپنا کپڑا بچھا دیا جس پر میں بیٹھ گئی اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اندر آگئے انہوں نے پوچھا (کہ یہ عورت کون ہے جس کا یہ اکرام ہو رہا ہے؟) حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر تھا اور آپ سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے خلیفۂ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! وہ شخص کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ اس آدمی کی بیٹی ہے جس کا حضورؐ کے زمانہ میں انتقال ہوگیا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ مل گیا اب پیچھے میں اور آپ رہ گئے ہیں[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمرؓ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت سلمانؓ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمانؓ کے لیئے رکھ دیا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوعبداللہ! اللہ و رسولؐ کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا ایک مرتبہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے وہ تکیہ میرے لیئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لیئے تکیہ رکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے[4]

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۲) [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۴) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ
[3] اخرجہ الطبرانی کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۷) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۱۰) رواہ الطبرانی وفیہ اسماعیل بن قیس بن سعد بن زید وہو ضعیف واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۰۹) وصححہ وقال الذہبی بل اسماعیل ضعفوہ [4] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۹۹)

مُدائن سے پیدل چل کر ملکِ شام آئے اس وقت انہوں نے گھٹنوں تک کی چھوٹی شلوار پہنی ہوئی تھی[1]

ملنے کے لیئے آنے والوں کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے (اکرام کے لیئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضورؐ کے درمیان پڑا رہا[2]

حضرت اُمِّ سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئی انہوں نے میرے لیئے اپنا کپڑا بچھا دیا جس پر میں بیٹھ گئی اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اندر آگئے انہوں نے پوچھا (کہ یہ عورت کون ہے جس کا یہ اکرام ہو رہا ہے؟) حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر تھا اور آپ سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ شخص کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ اس آدمی کی بیٹی ہے جس کا حضورؐ کے زمانہ میں انتقال ہوگیا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ مل گیا اب پیچھے میں اور آپ رہ گئے ہیں[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمرؓ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت سلمانؓ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمانؓ کے لیئے رکھ دیا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوعبداللہ! اللہ و رسولؐ کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے وہ تکیہ میرے لیئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لیئے تکیہ رکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے[4]

---

[1] اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۵۲) [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۴) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ
[3] اخرجہ الطبرانی کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۷) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۱۰) رواہ الطبرانی وفیہ اسماعیل بن قیس بن سعد بن زید وہو ضعیف واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۰۹) وصححہ وقال الذہبی بل اسماعیل ضعفوہ [4] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۹۹)

رکھ دیا۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا ہم تو یہ نہیں چاہتے ہم تو کچھ سُننے آئے تھے تاکہ ہمیں اس سے فائدہ ہو۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا جو اپنے مہمان کا اکرام نہیں کرتا اس کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں خوشحالی اور تنگ آنجامی میں اس آدمی کے لیئے جو اپنے گھوڑے کی رسّی اللہ کے راستہ میں پکڑے ہوئے ہے اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی پر افطار کر لیتا ہے اور بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیئے جو گانے اور بیل کی طرح (مختلف) چار کھانے کھانے کے لیئے اپنی زبان گھماتے ہیں اور اپنے خادم سے کہتے ہیں فلاں چیز اٹھالے اور فلاں چیز رکھ دے اور کھانے میں ایسے لگتے ہیں کہ اللہ کا ذکر بالکل نہیں کرتے [1]

قوم کے بڑے اور محترم آدمی کا اکرام کرنا

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ ایک گھر میں تھے جو صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت جریرؓ دروازے پر کھڑے ہو گئے انہیں دیکھ کر حضورؐ نے دائیں بائیں جانب دیکھا آپ کو بیٹھنے کی کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ حضورؐ نے اپنی چادر اٹھائی اور اسے لپیٹ کر حضرت جریرؓ کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے چادر لے کر اپنے سینے سے لگالی اور اسے چوم کر حضورؐ کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) گھر میں حاضر ہوئے گھر صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا انہیں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ حضورؐ نے اپنی چادر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے اسے لیا اور سینہ سے لگا کر اسے چوما اور کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو [2]

---

[1] اخرجہ ابن جریر عن ابراہیم بن شیبان کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۶۶) [2] اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵) وفیہ عون بن عمر القیسی وہو ضعیف۔ اھ تابع عند الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹) رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار باختصار کثیر وفیہ من لم اعرفہم۔ انتہی

رکھ دیا۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا ہم تو یہ نہیں چاہتے ہم تو کچھ سُننے آئے تھے تاکہ ہمیں اس سے فائدہ ہو۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا جو اپنے مہمان کا اکرام نہیں کرتا اس کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں خوشحالی اور نیک انجامی ہے اس آدمی کے لیے جو اپنے گھوڑے کی رسّی اللہ کے راستہ میں پکڑے ہوئے ہے اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی پر افطار کر لیتا ہے اور بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو گانے اور بیل کی طرح (مختلف قسم کے) کھانے کھانے کے لیے، اپنی زبان گھماتے ہیں اور اپنے خادم سے کہتے ہیں فلاں چیز اُٹھالے اور فلاں چیز رکھ دے اور کھانے میں ایسے لگتے ہیں کہ اللہ کا ذکر بالکل نہیں کرتے [1]

قوم کے بڑے اور محترم آدمی کا اکرام کرنا

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ ایک گھر میں تھے جو صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت جریرؓ دروازے پر کھڑے ہو گئے انہیں دیکھ کر حضورؐ نے دائیں بائیں جانب دیکھا آپ کو بیٹھنے کی کوئی جگہ نظر نہ آئی حضورؐ نے اپنی چادر اٹھائی اور اسے لپیٹ کر حضرت جریرؓ کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے چادر لے کر اپنے سینے سے لگالی اور اسے چوم کر حضورؐ کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابلِ احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ [2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) گھر میں حاضر ہوئے گھر صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا انہیں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی حضورؐ نے اپنی چادر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریرؓ نے اسے لیا اور سینہ سے لگا کر اسے چوما اور کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ [3]

---

[1] اخرجہ ابن جریر عن ابراہیم بن شیبان کذا فی الکنز: ج ۵ ص ۶۶، [2] اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۵) وفیہ عون بن عمرو القیسی وہو ضعیف۔ اھ [3] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۹) رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار باختصار کثیر وفیہ من لم اعرفہم۔ انتہی

تم ابو راشد عبد الرحمٰن ہو۔ حضورؐ نے میرا اکرام فرمایا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے اپنی چادر پہنائی اور اپنی جوتی اور لاٹھی مجھے عطا فرمائی پھر میں مسلمان ہوگیا۔ پاس بیٹھے ہوئے چند لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں آپ اس آدمی کا بہت اکرام فرما رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار اور عزت والا آدمی ہے (اس لیے میں نے اتنا اکرام کیا ہے) جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو تم اس کا اکرام کرو آگے اور حدیث بھی ہے [1]

قوم کے سردار کی دل جوئی کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم جُعَیل کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا مجھے تو وہ اور لوگوں کی طرح مسکین نظر آتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تم فلاں کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا وہ تو سردار لوگوں میں سے ایک سردار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر ان جیسوں سے ساری زمین بھر جائے تو ایک جُعَیل ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ہے تو ایسا لیکن آپ اس کا بہت اکرام کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ میں دل جوئی کے لیے اس کا اتنا اکرام کرتا ہوں [2] حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے حضرت عُیَیْنَہ بن حِصن اور حضرت اَقرع بن حابس کو سو سو (اونٹ) دیئے ہیں اور حضرت جُعَیل کو آپ نے چھوڑ دیا (انہیں کچھ نہ دیا) حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر عُیَیْنَہ اور اَقرع سے ساری زمین بھر جائے تو جُعَیل بن سُراقہ ان سب سے بہتر ہے لیکن میں ان دونوں کی دلجوئی کر رہا ہوں اور جُعَیل کو ان کے ایمان کے سپرد کرتا ہوں (کہ اللہ ان کی مدد کریں گے) [3]

---

[1] اخرجہ الدولابی فی الکنی (ج ۱ ص ۳۱) واخرجہ ابن مندہ من ہذا الوجہ مختصرا وابن السکن کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۰۹) واخرجہ ایضا العقیلی کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۶) [2] اخرجہ ابونعیم (ج ۱ ص ۱۵۳) کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۰) واخرجہ الرویانی فی مسندہ وابن عبد الحکم فی فتوح مصر واسنادہ صحیح واخرجہ ابن حبان من وجہ آخر عن ابی ذر لکن لم یسم جعیلا واخرجہ البخاری من حدیث سہل بن سعد فاہم جعیلا وابا ذر۔

[3] رواہ ابن اسحاق فی المغازی وہذا مرسل حسن کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۳۹) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۳) عن محمد ابراہیم نحوہ۔

تم ابو راشد عبد الرحمٰن ہو۔ حضورؐ نے میرا اکرام فرمایا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے اپنی چادر پہنائی اور اپنی جوتی اور لاٹھی مجھے عطا فرمائی پھر میں مسلمان ہو گیا۔ پاس بیٹھے ہوئے چند لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں آپ اس آدمی کا بہت اکرام فرما رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار اور عزت والا آدمی ہے (اس لیئے میں نے اتنا اکرام کیا ہے) جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو تم اس کا اکرام کرو آگے اور حدیث بھی ہے [1]

قوم کے سردار کی دل جوئی کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم جُعَیل کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا مجھے تو وہ اور لوگوں کی طرح مسکین نظر آتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تم فلاں کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا وہ تو سردار لوگوں میں سے ایک سردار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر ان جیسوں سے ساری زمین بھر جائے تو ایک جُعَیل ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ہے تو ایسا لیکن آپ اس کا بہت اکرام کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ میں دل جوئی کے لیئے اس کا اتنا اکرام کرتا ہوں [2] حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے حضرت عُیَینہ بن حِصن اور حضرت اقرع بن حابس کو سو سو (اونٹ) دیئے ہیں اور حضرت جُعَیل کو آپ نے چھوڑ دیا (انہیں کچھ نہ دیا) حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر عُیَینہ اور اقرع سے ساری زمین بھر جائے تو جُعَیل بن سُراقہ ان سب سے بہتر ہے لیکن میں ان دونوں کی دلجوئی کر رہا ہوں اور جُعَیل کو ان کے ایمان کے سپرد کرتا ہوں (کہ اللہ ان کی مدد کریں گے) [3]

---

[1] اخرجہ الدولابی فی الکنی (ج ۱ ص ۳۱) واخرجہ ابن مندہ من ہذا الوجہ مختصرا وابن السکن کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۰۹) واخرجہ ایضا العقیلی کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۶) [2] اخرجہ ابونعیم (ج ۱ ص ۳۵۲) کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۲۰) واخرجہ الرویانی فی مسندہ وابن عبد الحکم فی فتوح مصر واسنادہ صحیح واخرجہ ابن حبان من وجہ آخر عن ابی ذر لکن لم یسم جعیلا واخرجہ البخاری من حدیث سہل بن سعد فاہم جعیلا وابا ذر۔

[3] رواہ ابن اسحاق فی المغازی وہذا مرسل حسن کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۳۹) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۳) عن محمد ابراہیم نحوہ۔

ابی عباسؓ ہیں۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا کیا ان سب کو زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے بارے میں حضورؐ کی نسبت کا خیال رکھو۔[1]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے بیٹھنے کی جگہ بنادی۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے اور حضرت ابوبکرؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔ پھر حضرت عباسؓ حضورؐ سے بات کرنے لگے تو حضورؐ نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کر لیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا یہ ہیں آپ کے چچا کا یہ حال ہے کہ اپنی آواز کو پست کر رہے ہیں۔ میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔ حضرت عباسؓ حضورؐ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اور جب کام پورا ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو بھی کوئی بیماری پیش آگئی تھی حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی آواز بہت پست کر لی تھی حضورؐ نے فرمایا حضرت جبرائیل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب حضرت عباسؓ آیا کریں تو میں اپنی آواز پست کر لیا کروں جیسے حضرت جبرائیل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کر لیا کرو۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بیٹھنے کی ایک خاص جگہ تھی وہاں سے وہ صرف حضرت عباسؓ کے لئے اٹھا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ کے اس اکرام سے حضورؐ کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت عباسؓ سامنے سے آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ حضورؐ نے ان کو فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے چچا سامنے سے آرہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عباسؓ کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ عباسؓ سامنے آرہے ہیں انہوں

---

[1] اخرجہ محب الدین الطبری فی ریاض الصالحین واخرجہ ایضا ابن جریر کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۹۵) [2] اخرجہ البخاری کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۹۴) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۹۸)

آلِ عباسؓ ہیں۔ حضرت حُسینؓ نے پوچھا کیا ان سب کو زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت مُحمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھر والوں کے بارے میں حضورؐ کی نسبت کا خیال رکھو۔[2]

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے بیٹھنے کی جگہ بنادی۔ چنانچہ وہ حُضورؐ کے اور حضرت ابوبکرؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر حُضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔ پھر حضرت عباسؓ حُضورؐ سے بات کرنے لگے تو حُضورؐ نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کرلیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا یہ بات ہوئی ہے کہ حضورؐ کا پتک سخت بیماری پیش آگئی ہے رات کی وجہ سے حُضورؐ آواز اُونچی نہیں کرپا رہے ہیں میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔ حضرت عباسؓ حُضورؐ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اور جب کام پورا ہوگیا تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے پوچھا یارسُولَ اللہ! کیا آپ کو بھی کوئی بیماری پیش آگئی تھی حُضورؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی آواز بہت پست کرلی تھی حُضورؐ نے فرمایا حضرت جبرائیل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب حضرت عباسؓ آیا کریں تو میں اپنی آواز پست کرلیا کروں جیسے حضرت جبرائیل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کرلیا کرو۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے بیٹھنے کی ایک خاص جگہ تھی وہاں سے وہ ہٹ کر حضرت عباسؓ کے لیے اُٹھا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ کے اس اکرام سے حُضورؐ کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت عباسؓ سامنے سے آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اپنی جگہ سے ہٹ گئے حُضورؐ نے ان کو فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یارسُولَ اللہ! آپ کے چچا سامنے سے آرہے ہیں حُضورؐ نے حضرت عباسؓ کی طرف دیکھا پھر مُسکراتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا یہ عباسؓ سامنے آرہے ہیں انہوں

---

[1] اخرجہ مسلم کذا فی ریاض الصالحین و اخرجہ ایضا ابن جریر کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۹۵) [2] اخرجہ البخاری کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۹۴) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۶۸)

میں تکلیف دیتے ہیں آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے لہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ قریشی لوگ آپس میں ہنس مکھ اور اچھے چہرے کے ساتھ ملتے ہیں اور ہم سے ایسے اجنبی چہروں کے ساتھ ملتے ہیں کہ جیسے ہم ان کو جانتے نہ ہوں حضورؐ کو یہ سن کر بہت زیادہ غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! آدمی کے دل میں ایمان اسی وقت داخل ہوگا جب وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ و رسولؐ کی وجہ سے محبت کرے گا لہ حضرت عصمہؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مسجد میں گئے تو انہیں لوگوں کے چہروں میں ناگواری نظر آئی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھر واپس گئے اور عرض کیا یارسول اللہ! نہ معلوم مجھ سے کیا قصور ہوگیا ہے جب بھی مسجد میں جاتا ہوں مجھے لوگوں کے چہروں میں ناگواری نظر آتی ہے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! جب تک تم عباسؓ سے محبت نہیں کرو گے اس وقت تک تم مؤمن نہیں بن سکو گے لہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا ان کی سب سے پہلے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے ابوالفضل اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں حضرت عباسؓ نے کہا اگر تو ایسا ہوتا ایسا ہوتا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو سخت باتیں کہہ دیں حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور آپ کا حضورؐ کے ہاں جو مرتبہ ہے اگر اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا راستہ لیا اور حضرت عباسؓ نے اپنا۔ حضرت عمرؓ چلتے چلتے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور انہیں جاکر ساری بات بتائی حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور (دونوں چل پڑے اور) دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے مجھے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا میری سب سے پہلے ملاقات آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے ہوئی میں نے ان سے کہا

لہ اخرجہ الحاکم لہ عند الحاکم (ج ۳ ص ۳۳۳) لہ عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۶۹) وفیہ الفضل بن المختار وہو ضعیف۔

نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں لیکن ان کی اولاد ان کے بعد کالے کپڑے پہنے گی اور ان کی اولاد میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے۔ جب حضرت عباسؓ پہنچ گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے ابوبکرؓ کو کچھ فرمایا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا میں نے ان کو خیر کی ہی بات کہی ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ خیر ہی کی بات فرمایا کرتے ہیں (لیکن ذرا مجھے بتا دیں کہ آپ نے کیا فرمایا ہے) حضورؐ نے فرمایا میں نے کہا تھا میرے چچا عباسؓ آ رہے ہیں انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں اور ان کی اولاد ان کے بعد سیاہ کپڑے پہنے گی اور ان میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے [1]

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا (جو کہ صحابی ہیں) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے دائیں طرف، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے بائیں طرف اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کے سامنے بیٹھتے اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کی راز کی باتیں لکھا کرتے تھے۔ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آتے تو حضرت ابوبکرؓ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور وہاں حضرت عباس بیٹھ جاتے [2]

حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے حضرت عباسؓ غصہ میں تھے حضورؐ نے فرمایا کیا بات پیش آئی؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم بنو ہاشم کا اور قریش کا کیا بنے گا؟ حضورؐ نے پوچھا تمہیں ان کی طرف سے کیا بات پیش آئی ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بڑی بشاشت سے کھل کر ملتے ہیں اور ہم سے ملتے وقت ان کی یہ حالت نہیں ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضورؐ کو اتنا غصہ آگیا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی رگ پھول گئی۔ جب آپ کا غصہ کم ہوا تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ و رسولؐ کی وجہ سے محبت نہ کرے پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے عباسؓ کے بارے

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۷۰) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار وفیہ جماعۃ لم اعرفہم۔ انتہی واخرجہ ابن عساکر عن ابن عباس مختصرا کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۱) وقال لم ارنی فی سندہ من تکلم فیہ [2] عند ابن عساکر ایضا عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۴)

اکرام میں، سواری سے نیچے اُتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباسؓ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر پھر ان سے جُدا ہوتے۔[1]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بہت سے نئے قانون بنائے ان میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ ایک آدمی نے ایک جھگڑے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے اس کی پٹائی کی۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو اس سے فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا کی تعظیم فرمائیں اور میں ان کی تحقیر کی اجازت دے دوں؟ اس آدمی کی اس گستاخی کو جو اچھا سمجھ رہا ہے وہ بھی حضورؐ کی مخالفت کر رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے اس نئے قانون کو تمام صحابہؓ نے بہت پسند کیا (کہ حضورؐ کے چچا کے گستاخ کی پٹائی ہوگی)[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرامؓ آپ کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سلام سے آئے انہوں نے آکر سلام کیا اور کھڑے ہو کر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنے لگے حضورؐ اپنے صحابہؓ کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ ان میں سے کون حضرت علیؓ کو جگہ دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنی جگہ سے ذرا ہٹ کر کہا اے ابوالحسنؓ یہاں آجاؤ۔ اس پر حضرت علیؓ آگے آئے اور اس جگہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔ ہمیں ایک دم حضورؐ کے چہرۂ انور میں خوشی کے آثار نظر آئے پھر حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا فضیلت والے کے مقام کو فضیلت والا ہی جانتا ہے[3]

حضرت رباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (کوفہ کے محلہ) رَحبہ میں ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَوْلَانَا (اے ہمارے آقا) حضرت علیؓ نے کہا تم لوگ تو عرب ہو میں تمہارا آقا کیسے بن سکتا ہوں؟ (عجمی لوگ غلام ہوا کرتے ہیں عرب نہیں) انہوں نے کہا ہم نے غدیر خم کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میں جس کا آقا اور دوست ہوں یہ (علیؓ) بھی اس کا آقا اور دوست ہے (حضورؐ ہمارے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۶۹) [2] اخرجہ سیف وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۳)
[3] اخرجہ ابن الاعرابی کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۳۵۹)

اکرام میں سواری سے نیچے اُتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباسؓ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر پھر ان سے جُدا ہوتے تھے[1]

حضرت قاسم ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بہت سے نئے قانون بنائے ان میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ ایک آدمی نے ایک جھگڑے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے اس کی پٹائی کی۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو اس سے فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا کی تعظیم فرمائیں اور میں ان کی تحقیر کی اجازت دے دوں؟ اس آدمی کی اس گستاخی کو جو اچھا سمجھ رہا ہے وہ بھی حضورؐ کی مخالفت کر رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے اس نئے قانون کو تمام صحابہؓ نے بہت پسند کیا (کہ حضورؐ کے چچا کے گستاخ کی پٹائی ہوگی)[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرامؓ آپ کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے انہوں نے آکر سلام کیا اور کھڑے ہو کر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنے لگے حضورؐ اپنے صحابہؓ کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ ان میں سے کون حضرت علیؓ کو جگہ دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنی جگہ سے ذرا ہٹ کر کہا اے ابوالحسنؓ! یہاں آجاؤ۔ اس پر حضرت علیؓ آگے آئے اور اس جگہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔ ہمیں ایک دم حضورؐ کے چہرۂ انور میں خوشی کے آثار نظر آئے پھر حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا فضیلت والے کے مقام کو فضیلت والا ہی جانتا ہے[3]

حضرت رباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (کوفہ کے محلہ) رَحبہ میں ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَوْلَانَا (اے ہمارے آقا) حضرت علیؓ نے کہا تم لوگ تو عرب ہو میں تمہارا آقا کیسے بن سکتا ہوں؟ (عجمی لوگ غلام ہوا کرتے ہیں عرب نہیں) انہوں نے کہا ہم نے غدیر خمؔ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میں جس کا آقا اور دوست ہوں یہ (علیؓ) بھی اس کا آقا اور دوست ہے (حضورؐ ہمارے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۶۹) [2] اخرجہ سیف وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۳)
[3] اخرجہ ابن الاعرابی کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۳۵۹)

غصہ سے اللہ کی پناہ چاہنے لگ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوا کہ مجھے تکلیف پہنچاتے ہو جس نے علیؓ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے [1]

حضرت عُزْوہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بُرائی کا تذکرہ کیا حضرت عمرؓ نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا تم اس قبر والے کو جانتے ہو یہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں (حضرت علیؓ حضورؐ کے چچازاد بھائی ہیں) ہمیشہ حضرت علیؓ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا کرو کیونکہ اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس ذاتِ اقدس کو قبر میں تکلیف پہنچاؤ گے [2]

حضرت ابوبکر بن خالد بن عُرْفُطہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو کیا آپ نے ان کو کبھی بُرا بھلا کہا ہے؟ حضرت سعد نے فرمایا اللہ کی پناہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سعد کی جان ہے! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں کچھ ایسے فضائل سنے ہیں کہ اگر میرے سر کی مانگ پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں حضرت علیؓ کو بُرا بھلا نہیں کہوں گا [3]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مجھے حکم دیا اور یوں کہا آپ ابوتراب (حضرت علیؓ) کو بُرا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے بارے میں تین ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بات بھی مل جاتی تو مجھے سُرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی اور تینوں باتیں مجھے جب تک یاد ہیں میں ان کو بُرا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ ایک غزوہ میں (یعنی غزوۂ تبوک میں) جاتے ہوئے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ پیچھے چھوڑنا چاہا تو حضرت علیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جارہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس

---

[1] اخرجہ ابویعلیٰ کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۰، قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۲۹) رواہ ابویعلیٰ والبزار باختصار ورجال ابی یعلیٰ رجال الصحیح غیر محمود بن خداش وقد ان وہما ثقتان۔ انتہیٰ [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶) [3] اخرجہ ابویعلیٰ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳۰) باسنادہ حسن۔

آقا تھے۔ لہٰذا آپ بھی ہمارے آقا ہوئے، حضرت رباح کہتے ہیں یہ لوگ چلے گئے تو میں ان کے پیچھے گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کے کچھ لوگ ہیں جن میں حضرت ابوایوب انصاری بھی ہیں [1]

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم سفر سے واپس آئے تو حضورؐ نے پوچھا تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا؟ تو میں نے یا کسی اور نے حضرت علیؓ کی کوئی شکایت حضورؐ سے کر دی۔ میری عادت اکثر زمین کی طرف دیکھنے کی تھی میں نے سر اُٹھایا تو دیکھا کہ حضورؐ کا چہرۂ انور (غصہ کی وجہ سے) سُرخ ہو چکا ہے اور حضورؐ فرما رہے ہیں میں جس کا دوست ہوں علیؓ بھی اس کے دوست ہیں میں نے عرض کیا آئندہ میں آپ کو کبھی بھی حضرت علیؓ کے بارے میں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا [2]

حضرت عَمرو بن شاس رضی اللہ عنہ صُلحِ حُدَیبیہ میں شریک ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت میں یمن بھیجا میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ حضرت علیؓ نے سفر میں مجھ سے کچھ اعراض برتا جس سے مجھے دل ہی دل میں ان پر غصہ آگیا جب میں مدینہ واپس آیا تو مدینہ کی مختلف مجلسوں میں حضرت علیؓ کی شکایت کی اور جو ملتا اس سے ان کی شکایت کر دیتا ایک دن میں سامنے سے آیا حضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں آپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہوں تو آپ مجھے دیکھتے رہے یہاں تک میں آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے عَمرو! غور سے سُنو! اللہ کی قسم تم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں اس بات سے اللہ اور اسلام کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا جس نے علیؓ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی [3]

حضرت سَعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہُوا تھا میرے ساتھ دو آدمی اور تھے ہم سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا بات کہہ دی۔ اتنے میں سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے چہرۂ انور پر صاف غصہ نظر آرہا تھا۔ میں حضورؐ کے

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۴) رجال احمد ثقات [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۸) رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔ اھ [3] اخرجہ ابن اسحاق وقد رواہ الامام احمد عن عمرو بن شاس فذکرہ کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۶) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۲۹) رواہ احمد والطبرانی باختصار والبزار نحوہ ورجال احمد ثقات۔ (انتہیٰ)۔

کہ غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اگر حضورؐ مجھے یہ فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ خیبر کے دن حضورؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں اگر حضورؐ میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ تیسری بات یہ ہے (کہ وہ حضورؐ کے داماد ہیں) اگر میں حضورؐ کا داماد ہوتا اور میری شادی ان کی بیٹی سے ہوتی اور حضرت علیؓ کی طرح میرے ان سے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا میں آج کے بعد بھی تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت سعدؓ نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے [1]

حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی پناہ سبحان اللہ یا اس جیسا اور کلمہ میں نے کہا انہوں نے فرمایا میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علیؓ کو بُرا بھلا کہا اس نے مجھے بُرا بھلا کہا [2]

حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا نہیں کہا جاتا؟ میں نے کہا حضورؐ کو کیسے بُرا بھلا کہا جا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کیا حضرت علیؓ کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو بُرا بھلا نہیں کہا جاتا حالانکہ حضورؐ ان سے محبت فرماتے تھے [3]

حضرت ابو صادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عند ابی زرعۃ الدمشقی عن عبداللہ بن ابی نجیح عن ابیہ کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۰ و ۳۴۱) [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳۰) رجالہ رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ الجدلی وہو ثقۃ [3] عند الطبرانی وابی یعلیٰ قال الہیثمی رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ وہو ثقۃ واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ابی عبداللہ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶)

کہ غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اگر حضورؐ مجھے یہ فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ خیبر کے دن حضورؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں اگر حضورؐ میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ تیسری بات یہ ہے (کہ وہ حضورؐ کے داماد ہیں) اگر میں حضورؐ کا داماد ہوتا اور میری شادی ان کی بیٹی سے ہوتی اور حضرت علیؓ کی طرح میرے ان سے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا میں آج کے بعد کبھی تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت سعدؓ نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے [1]

حضرت ابوعبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی پناہ سبحان اللہ یا اس جیسا اور کلمہ میں نے کہا انہوں نے فرمایا میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے علیؓ کو بُرا بھلا کہا اس نے مجھے بُرا بھلا کہا [2]

حضرت ابوعبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا نہیں کہا جاتا؟ میں نے کہا حضورؐ کو کیسے بُرا بھلا کہا جا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کیا حضرت علیؓ کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو بُرا بھلا نہیں کہا جاتا حالانکہ حضورؐ ان سے محبت فرماتے تھے [3]

حضرت ابوصادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عندابی نزعۃ الدمشقی عن عبداللہ بن ابی نجیح عن ابیہ کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۴۰ و ۳۴۱) [2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۳۰) رجالہ رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ الجدلی وہو ثقۃ [3] عند الطبرانی وابی یعلی قال الہیثمی رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ وہو ثقۃ واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ابی عبداللہ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۶)

کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا میرے نانا آپ کے منبر سے آپ نیچے اُتر جائیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر وہ منبر سے اُتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تمہیں یہ کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا کسی نے نہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم ہمارے پاس آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ حضرت مُعاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے ہیں انہیں بھی اجازت نہیں ملی ہے یہ دیکھ کر میں واپس آگیا اس کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا میں ایک دن آیا تھا آپ حضرت مُعاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت ابن عمرؓ کو بھی اجازت نہیں ملی تھی، تو میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے اس لیئے میں بھی واپس آگیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں، تم عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ اجازت ملنے کے حقدار ہو کیونکہ ہمارے سروں پر جو یہ تاج شرافت آج نظر آرہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کی برکت سے دیا ہے اور پھر میرے سر پر حضرت عمرؓ نے شفقتاً ہاتھ رکھا۔[1]

حضرت عقبہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند دن بعد میں عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزر ہوا وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھالیا اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ

اس بچہ پر میرا باپ قربان ہو اس کی شکل وصورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی ہے۔ حضرت علیؓ سے نہیں ملتی حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔[2]

حضرت عُزیز بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] عند ابن سعد وابن راہویہ والخطیب کذا فی الکنز ج ۶ ص ۱۰۵، قال فی الاصابۃ ج ۱ ص ۳۳۲ سندہ صحیح [2] اخرجہ ابن سعد واحمد والبخاری والنسائی والحاکم کذا فی الکنز ج ۶ ص ۱۰۳

کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا میرے نانا ابا کے منبر سے آپ نیچے اتر جائیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر وہ منبر سے اتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تمہیں یہ کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا کسی نے نہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم ہمارے پاس آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ حضرت معاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے ہیں انہیں بھی اجازت نہیں ملی ہے یہ دیکھ کر میں واپس آگیا اس کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا میں ایک دن آیا تھا آپ حضرت معاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت ابن عمرؓ کو بھی اجازت نہیں ملی تھی، تو میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے اس لیے میں بھی واپس آگیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ تم عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ اجازت ملنے کے حقدار ہو کیونکہ ہمارے سروں پر جو یہ تاج شرافت آج نظر آرہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کی برکت سے دیا ہے اور پھر میرے سر پر حضرت عمرؓ نے شفقتاً ہاتھ رکھا۔[1]

حضرت عقبہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند دن بعد میں عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزر ہوا وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھالیا اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیِّ

اس بچہ پر میرا باپ قربان ہو اس کی شکل وصورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی ہے۔ حضرت علیؓ سے نہیں ملتی۔ حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔[2]

حضرت عُبَید بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] عنہ ابن سعد وابن راہویہ والخطیب کذا فی الکنز (ج ۱۳ ص ۱۰۵) قال فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۳۲) سندہ صحیح [2] اخرجہ ابن سعد واحمد والبخاری والنسائی والحاکم کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۰۳)

نے اعلان فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے اپنے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا (اے فاطمہؓ) ایک بچہ مجھے دے دو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے حضورؐ کو ایک بچہ دے دیا بچہ دیتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے بازوؤں کی سفیدی مجھے نظر آئی حضورؐ نے بچے کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا وہ بچہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگ گیا اور چوستے چوستے چپ ہو گیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا) دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ دوسرا بھی مجھے دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے دوسرا بچہ بھی حضورؐ کو دے دیا حضورؐ نے لے کر اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا وہ بھی چپ ہو گیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا چلو۔ چنانچہ عورتوں کی وجہ سے ہم اُدھر اُدھر چلے گئے (تاکہ حضورؐ کی عورتوں کے ساتھ بات چیت نہ ہو ہم اگر ربالوں سے پل دینے اور راستہ کے درمیانی حصہ میں حضورؐ سے دوبارہ جا ملے جب میں نے حضورؐ کا حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں الخ دونوں سے کیوں نہ محبت کروں۔[1]

علماء کرام، بڑوں اور دینی فضائل والوں کا اکرام کرنا

حضرت عطاء ابن ابی عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب ہاتھ سے پکڑ لی۔ اس پر حضرت زید نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہو جائیں (میری رکاب نہ پکڑیں) حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کریں حضرت زید نے کہا آپ مجھے ذرا اپنا ہاتھ دکھائیں حضرت ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ نکالا حضرت زید نے اسے چوما اور فرمایا ہمیں اپنے نبی کے گھر والوں کے ساتھ ایسے اکرام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱۳ ص ۳۵)

نے اعلان فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے پیچھے اپنے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا (اے فاطمہؓ!) ایک بچہ مجھے دے دو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے حضورؐ کو ایک بچہ دے دیا۔ بچہ دیتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے بازوؤں کی سفیدی مجھے نظر آئی۔ حضورؐ نے بچے کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا وہ بچہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگ گیا اور چوستے چوستے چپ ہو گیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا) دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ دوسرا بھی مجھے دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے دوسرا بچہ بھی حضورؐ کو دے دیا۔ حضورؐ نے لے کر اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا وہ بھی چپ ہو گیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا چلو۔ چنانچہ عورتوں کی وجہ سے ہم ادھر اُدھر چلے گئے (تاکہ حضورؐ کی عورتوں کے ساتھ ہمارا اختلاط نہ ہو) ہم لوگ وہاں سے چل دیئے اور راستہ کے درمیانی حصہ میں حضورؐ سے دوبارہ جا ملے۔ جب میں نے حضورؐ کا حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں ان دونوں سے کیوں نہ محبت کروں[1]

عُلماءِ کرام، بڑوں اور دینی فضائل والوں کا اکرام کرنا

حضرت عمار بن ابی عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب ہاتھ سے پکڑ لی۔ اس پر حضرت زید نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہو جائیں (میری رکاب نہ پکڑیں) حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کریں۔ حضرت زید نے کہا آپ مجھے ذرا اپنا ہاتھ دکھائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ نکالا حضرت زید نے اسے چوما اور فرمایا ہمیں اپنے نبیؐ کے گھر والوں کے ساتھ ایسے اکرام کرنے کا حکم دیا گیا ہے[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۳۷)

حضورؐ نے فرمایا تو پھر اگر یہود کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو ان کے دعوے قصاص نہیں آئے گا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو کافر لوگ ہیں (یہ تو جھوٹی قسم کھالیں گے) اس پر حضورؐ نے (جھگڑا ختم کرانے کے لیے) اپنے پاس سے ان کو دیت یعنی خون بہا دیا۔[1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضرموت میں) ہماری بڑی سلطنت تھی اور وہاں کے تمام لوگ ہماری بات مانتے تھے ہمیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کی خبر ملی تو میں یہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے شوق میں وہاں سے چل پڑا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی حضورؐ اپنے صحابہؓ کو میرے آنے کی خوشخبری سنا چکے تھے۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر آپ اپنے منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے اللہ کی حمد و ثنا یا (کوئی اور اہم) بیان فرمایا جس سے تمام لوگ آپ سے پوری طرح مطمئن ہو چکے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! یہ وائل بن حجر تمہارے پاس دور دراز کے علاقے حضرموت سے اپنی خوشی سے آئے ہیں کسی نے ان کو آنے پر مجبور نہیں کیا اور یہ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے شوق میں آئے ہیں میں نے کہا (یارسول اللہ!) آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔[2] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا یہ وائل بن حجر نہ تو تم لوگوں کے شوق میں آئے ہیں اور نہ تم لوگوں سے ڈر کر آئے ہیں بلکہ یہ تو اللہ و رسولؐ کی محبت میں آئے ہیں حضورؐ نے اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کیونکہ یہ ابھی اپنی سلطنت چھوڑ کر نئے نئے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا میرے خاندان والوں نے جو کچھ میرا تھا وہ سب مجھ سے چھین لیا۔ حضورؐ نے فرمایا بقتا انہوں نے لیا ہے وہ بھی تمہیں دوں گا اور اس کا دگنا اور بھی دے دوں گا۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا زخم ہرا

---

[1] اخرجہ البخاری [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۳) وفیہ محمد بن حجر وہو ضعیف [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۴) رواہ الطبرانی من طریق میمونۃ بنت حجر عن عبد الجبار عن عتبۃ ام یحیی بن عبد الجبار ولم اعرفہا وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی

حضورؐ نے فرمایا تو پھر اگر یہود کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو ان کے ذمہ قصاص نہیں آئے گا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو کافر لوگ ہیں (یہ تو جھوٹی قسم کھالیں گے) اس پر حضورؐ نے (جھگڑا ختم کرانے کے لیئے) اپنے پاس سے ان کو دیت یعنی خون بہا دیا۔[1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضرموت میں) ہماری بڑی سلطنت تھی اور وہاں کے تمام لوگ ہماری بات مانتے تھے ہمیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کی خبر ملی تو میں یہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے شوق میں وہاں سے چل پڑا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی حضورؐ اپنے صحابہؓ کو میرے آنے کی خوشخبری سنا چکے تھے۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر آپ اپنے منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، اور تمام مسلمین پر درود بھیجا اتنے میں تمام لوگ آپ کے پاس جمع ہو چکے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! یہ وائل بن حجر تمہارے پاس دور دراز کے علاقے حضرموت سے اپنی خوشی سے آئے ہیں کسی نے ان کو آنے پر مجبور نہیں کیا اور یہ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے شوق میں آئے ہیں میں نے کہا (یارسول اللہ!) آپ ٹھیک فرمارہے ہیں۔[2] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا یہ وائل بن حجر نہ تو تم لوگوں کے شوق میں آئے ہیں اور نہ تم لوگوں سے ڈر کر آئے ہیں بلکہ یہ تو اللہ ورسول کی محبت میں آئے ہیں حضورؐ نے اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کیونکہ یہ ابھی ابھی اپنی سلطنت چھوڑ کر نئے نئے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا میرے خاندان والوں نے جو کچھ میرا تھا وہ سب مجھ سے چھین لیا۔ حضورؐ نے فرمایا مقتا انہوں نے لیا ہے وہ بھی تمہیں دوں گا اور اس کا دگنا اور بھی دے دوں گا۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت سعدؓ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا زخم ہرا

---

[1] اخرجہ البخاری [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۳) وفیہ محمد بن حجر وہو ضعیف [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۴) رواہ الطبرانی من طریق میمونۃ بنت حجر بن عبد الجبار عن عمتہا ام یحیی بن عبد الجبار ولم اعرفہا وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی

کہہ رہی ہیں ؟ حضورؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ سچے شعر کہہ رہی ہے دوسرے لوگ جھوٹے شعر کہتے ہیں

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیئے رات کا کھانا رکھا گیا سا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کھانا کھالیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حضرت مُغیقیب بن ابی فاطمہ دَوسی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ عَلَیہ وَسلّم کی صحبت حاصل تھی وہ حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا قریب آکر یہاں بیٹھ جاؤ۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے علاوہ کسی اور کو کوڑھ کی یہ بیماری ہوتی تو وہ مجھ سے ایک نیزے کی مقدار دُور بیٹھتا اس سے قریب نہ بیٹھتا[1]

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دوپہر کے کھانے کے لیئے بلایا۔ لوگ ڈر گئے۔ لوگوں میں حضرت مُغیقیب رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں کوڑھ کی بیماری تھی انہوں نے بھی لوگوں کے ساتھ کھانا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا تم اپنے سامنے اور اپنے قریب سے کھاؤ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ میرے ساتھ اس پیالہ میں نہ کھاتا بلکہ میرے اور اس کے درمیان ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا[2]

حضرت عبدالواحد بن ابی عَون دَوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت طفیل بن عَمرو رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی دَوس سے واپس حضور صلی اللہ عَلَیہ وَسلّم کی خدمت میں گئے اور پھر حضورؐ کی وفات تک مدینہ میں حضورؐ کے ساتھ رہے (حضورؐ کی وفات پر) جب عرب کے لوگ مُرتد ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ گئے اور مُرتدین کے ساتھ خوب جہاد کیا طُلیحہ اور سارے علاقہ نجد کے مُرتدین سے فارغ ہو کر یہ حضرات یَمامہ چلے گئے ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت عَمرو بن طفیل بھی تھے خود حضرت طفیل جنگ یَمامہ میں شہید ہو گئے اور ان کے بیٹے حضرت عَمرو زخمی ہو گئے اور ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ ایک مرتبہ یہ حضرت عمرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھانا لایا گیا حضرت عمرو ایک طرف کو ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ شاید تم اپنے کٹے ہوئے (زخمی) ہاتھ کی وجہ سے ایک طرف ہو گئے ہو۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت تک اس کھانے کو نہیں چکھوں گا جب تک تم اپنے ہاتھ سے کھانے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۰) [2] عند ہ ایضاً من وجہ آخر۔

ہو گیا اور اس میں سے خون بہنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کے پاس گئے اور انہیں اپنے گلے لگا لیا اور ان کے خون کے چھینٹے حضورؐ کے چہرے اور داڑھی پر پڑ رہے تھے جو بھی حضورؐ کو خون سے بچانے کی جتنی کوشش کرتا حضورؐ اتنے ہی حضرت سعدؓ کے اور قریب ہو جاتے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا [1]

انصار کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو قریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیا اور واپس آ گئے تو ان کا زخم پھٹ گیا (اور اس میں سے خون بہنے لگ گیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا سر لے کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ حضرت سعدؓ کے جسم کو ایک سفید کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔ لیکن وہ کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ جب اسے چہرہ پر ڈالا گیا تو ان کے دونوں پاؤں کھل گئے۔ حضرت سعدؓ گورے چٹے اور بھاری بھرکم آدمی تھے حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! سعدؓ نے تیرے راستے میں خوب جہاد کیا ہے اور تیرے رسولؐ کو سچا مانا ہے اور جو کام ان کے ذمہ لگا تھا وہ کام انہوں نے اچھے طریقے سے پورا کر دیا ہے اس لیئے تو ان کی روح کو اپنے دربار میں اس طرح قبول فرما جس طرح تو بہترین سے بہترین روح کو قبول فرماتا ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی یہ دعا سنی تو آنکھیں کھول کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ! غور سے سنیئے! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ جب حضرت سعدؓ کے گھر والوں نے دیکھا کہ حضورؐ نے حضرت سعدؓ کے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے تو کسی نے آ کر حضورؐ کو بتایا کہ حضرت سعدؓ کے گھر والوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے ہیں حضورؐ نے فرمایا (اب یہ تو دنیا سے جانے والے ہیں اور اس وقت تم اس گھر میں جتنے ہو اتنے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے سعدؓ کی وفات پر حاضر ہونے کی اجازت مانگی ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت سعدؓ کی والدہ رو رو کر یہ شعر پڑھنے لگیں۔

وَيْلُ أُمِّكَ سَعْدًا حَزَامَةً وَجِدًّا

اے سعد! تیری ماں کے لیئے ہلاکت ہو تو تو ایسا تھا کہ ہر کام پوری احتیاط سے اچھی طرح کیا کرتا تھا اور پوری محنت کرتا تھا۔ کسی نے ان کی والدہ سے کہا کیا آپ حضرت سعدؓ کا مرثیہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۶)

رائے اور عمل میں اختلاف کے باوجود ایک دُوسرے کا اکرام کرنا

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چچا فرماتے ہیں کہ جب ہم جنگِ جمل میں کھڑے ہوگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری صفوں کو ترتیب دے دی تو انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ (چونکہ ہمارے مقابلہ پر مسلمانوں کی ہی ایک جماعت ہے اس لیئے) کوئی آدمی نہ تیر چلائے اور نہ نیزہ مارے اور نہ تلوار چلائے اور ان لوگوں سے خود لڑائی شروع نہ کرو اور ان کے ساتھ بہت نرم بات کرو کیونکہ یہ ایسا مقام ہے کہ جو اس میں کامیاب ہوگیا وہ قیامت کے دن بھی کامیاب ہوگا۔ چنانچہ ہم لوگ یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ جب دن بلند ہوگیا تو (مقابل لشکر کے) تمام لوگوں نے بلند آواز سے کہا اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! (حملہ کے لیئے تیار ہو جاؤ) حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آگے جھنڈا لیئے کھڑے تھے تو ان سے حضرت علیؓ نے پکار کر پوچھا اے ابن حنفیہ! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا اے امیر المومنین! (انہوں نے کہا) اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! اس پر حضرت علیؓ نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ اقاتلینِ عثمانؓ کو منہ کے بل گرا دے [1]

حضرت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے اہلِ جمل کو تین دن دعوت دی پھر ان سے جنگ کی جب تیسرا دن ہُوا تو حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا انہوں نے ہمیں بہت زیادہ زخمی کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھے لوگوں کے سارے حالات معلوم ہیں میں ان سے ناواقف نہیں ہوں پھر حضرت علیؓ نے فرمایا پانی ڈال کر لاؤ۔ چنانچہ پانی آیا تو اس سے وضو کر کے حضرت علیؓ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا مانگی پھر ان سے فرمایا اگر تم ان لوگوں پر غالب آجاؤ تو بھاگنے والے کا

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۸۰)

رائے اور عمل میں اختلاف کے باوجود ایک دُوسرے کا اکرام کرنا

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چچا فرماتے ہیں کہ جب ہم جنگِ جمل میں کھڑے ہوگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری صفوں کو ترتیب دے دی تو انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ (چونکہ ہمارے مقابلہ پر مسلمانوں کی ہی ایک جماعت ہے اس لئے) کوئی آدمی نہ تیر چلائے اور نہ نیزہ مارے اور نہ تلوار چلائے اور ان لوگوں سے خود لڑائی شروع نہ کرو اور ان کے ساتھ بہت نرم بات کرو کیونکہ یہ ایسا مقام ہے کہ جو اس میں کامیاب ہوگیا وہ قیامت کے دن بھی کامیاب ہوگا۔ چنانچہ ہم لوگ یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ جب دن بہت ہوگیا تو (مقابل لشکر کے) تمام لوگوں نے بلند آواز سے کہا اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! (حملہ کے لئے تیار ہوجاؤ) حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آگے جھنڈا لئے کھڑے تھے تو ان سے حضرت علیؓ نے پکار کر پوچھا اے ابن حنفیہ! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا اے امیر المومنین! (انہوں نے کہا) اے حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! اس پر حضرت علیؓ نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! قاتلینِ عثمانؓ کو منہ کے بل گرادے لہ

حضرت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے اہلِ جمل کو تین دن دعوت دی پھر ان سے جنگ کی جب تیسرا دن ہُوا تو حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا انہوں نے ہمیں بہت زیادہ زخمی کردیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھے لوگوں کے سارے حالات معلوم ہیں میں ان سے ناواقف نہیں ہوں پھر حضرت علیؓ نے فرمایا پانی ڈال کر لاؤ۔ چنانچہ پانی آیا تو اس سے وضو کرکے حضرت علیؓ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوکر انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا مانگی پھر ان سے فرمایا اگر تم ان لوگوں پر غالب آجاؤ تو بھاگنے والے کا

لہ اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۸۰)

جماعت میں تھے اور وہ شہید ہوئے تھے، تو میں حضرت طلحہؓ کے صاحبزادے حضرت عمرانؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے حضرت عمرانؓ کو خوب خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے قریب بٹھا کر کہا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کے والد کو ان لوگوں میں شامل کر دیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ (سورۃ الحجر آیت ۴۷)

ترجمہ: اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دُور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔ پھر فرمایا اے میرے بھتیجے! فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ اور فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ ان کے والد (حضرت طلحہؓ) کی اولاد کی ماؤں (یعنی ان کی بیویوں) کے بارے میں پوچھا پھر فرمایا ہم نے ان سالوں میں تمہاری زمین پر اس لئے قبضہ کئے رکھا تاکہ لوگ تم سے چھین نہ لیں پھر فرمایا اے فلانے! انہیں لے کر ابن قرظہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ ان گزشتہ سالوں کی تمام آمدن انہیں دے دے اور ان کی زمین بھی انہیں دے دے۔ ایک کونے میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک حارث اعور تھا ان دونوں نے کہا اللہ تعالیٰ (حضرت علیؓ) سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ہم انہیں قتل کر رہے ہیں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی بنیں (یہ کیسے ہو سکتا ہے) اس پر حضرت علیؓ نے (ناراض ہو کر) فرمایا تم دونوں یہاں سے اُٹھ کر اللہ کی زمین کے سب سے دُور والے علاقے میں چلے جاؤ اگر میں اور حضرت طلحہؓ اس آیت کا مصداق نہیں ہیں تو پھر کون ہو گا؟ اے میرے بھتیجے! جب تمہیں کوئی ضرورت ہُوا کرے تو تم ہمارے پاس آجایا کرو۔[1]

ابن سعد نے حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث نقل کی ہے۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ ان دونوں کی بات سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زور سے ایک چیخ ماری جس سے سارا محل دہل گیا اور پھر فرمایا جب ہم اس آیت کا مصداق نہیں ہوں گے تو پھر کون ہو گا؟ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن جُرمُوز نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی (ابن جُرمُوز نے جنگ جمل میں حضرت زُبیر رضی اللہ کو شہید کیا تھا) حضرت علیؓ نے بڑی دیر کے بعد اجازت دی تو اس نے اندر آکر کہا جن لوگوں نے خوب زور شور سے

---

[1] اخرجہ البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۷۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۴) عن ابی حبیبۃ نحوہ وعن ربعی بن حراش بمعناہ۔

پیچھا نہ کرنا اور کسی زخمی کا کام تمام نہ کرنا اور یہ لوگ میدانِ جنگ میں جو ہتھیار لائے ہیں ان پر تو قبضہ کر لینا اس کے علاوہ جتنا سامان یا ہتھیار ہیں وہ سب مرنے والے کے ورثاء کے ہیں امام بیہقیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث منقطع ہے صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے کچھ نہیں لیا اور کسی مرنے والے کے ہتھیار بھی نہیں لیے[1]

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں مروان بن حکم کے پاس گیا تو اس نے کہا میں نے آپ کے والد سے زیادہ اچھی طرح غلبہ پانے والا کوئی نہیں دیکھا جنگ جمل کے دن جونہی ہم لوگ شکست کھا کر بھاگے تو ان کے آدمی نے زور سے اعلان کیا کہ کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے اور کسی زخمی کا کام تمام نہ کیا جائے[2]

حضرت عبد خیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسی نے حضرت علیؓ سے اہل جمل (یعنی جو جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے مخالف تھے ان) کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی اس لیے ہم نے ان سے جنگ کی تھی اب انہوں نے بغاوت سے توبہ کر لی ہے جسے ہم نے قبول کر لیا ہے[3] حضرت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا ہم ان مخالفوں پر کلمۂ شہادت کی وجہ سے احسان کریں گے (یعنی انہیں قتل نہیں کریں گے) اور جو قتل ہو جائیں گے ان کے سامان اور ہتھیار کا وارث ان کے بیٹوں کو بنائیں گے (ہم نہیں لیں گے)

حضرت ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ شرک میں ہیں؟ تو فرمایا شرک سے تو وہ بھاگ کر آئے ہیں پھر پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں؟ تو فرمایا منافق تو اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں اور یہ لوگ تو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اس لیے منافق نہیں ہیں، پھر پوچھا گیا پھر یہ کیا ہیں؟ فرمایا یہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی[4]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابو حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل جمل سے فارغ ہو گئے اور اس جنگ میں حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ کے مخالف

---

[1] عند البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۸۱)، [2] عند البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۸۱)، [3] عند البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۸۲)
[4] اخرجہ البیہقی ایضاً (ج ۸ ص ۱۸۳)

اپنی رائے کے خلاف بڑوں کے پیچھے چلنے کا حکم

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت پڑھتے گیا۔ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھا دی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ آیت مجھے جس طرح پڑھائی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو مجھے اس کے خلاف اور طرح سے پڑھائی تھی اس پر وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ مجھے ان کے آنسو کنکریوں میں گرے ہوئے نظر آرہے تھے پھر فرمایا حضرت عمرؓ نے تمہیں جیسے پڑھایا ہے تم ویسے ہی پڑھو کیونکہ اللہ کی قسم! ان کی قرأت سنیلمین شہر (یہ بغداد کے قریب مشہور شہر تھا) کے راستہ سے بھی زیادہ واضح ہے حضرت عمرؓ نے کہا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام داخل ہوتا تھا اس میں سے نکلتا نہیں تھا اور جب حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو اس قلعہ میں شگاف پڑ گیا ہے اور اسلام اب اس قلعہ سے باہر آرہا ہے اس کے اندر نہیں جا رہا ہے [1]

اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونا

حضرت شُرَیح بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ سے کہا اے قاری لوگو! (اے عُلَماء کی جماعت!) تمہیں کیا ہوا تم ہم سے زیادہ بُزدل ہو اور جب تم سے کچھ مانگا جائے تو تم بہت زیادہ کنجوس بن جاتے ہو اور جب تم کھاتے ہو تو سب سے بڑے لقمے لیتے ہو۔ حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ نے اس سے اِعراض فرما لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ نے کہا اللہ اسے معاف فرمائے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ان سے جو بات بھی سُنیں ہر بات پر ان کی پکڑ کریں؟ جس آدمی نے حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ کو یہ باتیں کہی تھیں حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کا گلا گھونٹا اور اسے کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اس آدمی نے کہا ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۷۱)

اپنی رائے کے خلاف بڑوں کے پیچھے چلنے کا حکم

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت پڑھنے گیا۔ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھا دی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ آیت مجھے جس طرح پڑھائی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو مجھے اس کے خلاف اور طرح سے پڑھائی تھی اس پر وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ مجھے ان کے آنسو کنکریوں میں گرے ہوئے نظر آرہے تھے پھر فرمایا حضرت عمرؓ نے تمہیں جیسے پڑھایا ہے تم ویسے ہی پڑھو کیونکہ اللہ کی قسم! ان کی قرأت سنیلحین شہر (یہ بغداد کے قریب مشہور شہر تھا) کے راستہ سے بھی زیادہ واضح ہے حضرت عمرؓ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام داخل ہوتا تھا اس میں سے نکلتا نہیں تھا اور جب حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو اس قلعہ میں شگاف پڑ گیا ہے اور اسلام اب اس قلعہ سے باہر آرہا ہے اس کے اندر نہیں جارہا ہے[1]

اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونا

حضرت شُرَیح بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت اُبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ سے کہا اے قاری لوگو! (اے عُلَمَاء کی جماعت!) تمہیں کیا ہوا تم ہم سے زیادہ بُزدل ہو اور جب تم سے کچھ مانگا جائے تو تم بہت زیادہ کنجوس بن جاتے ہو اور جب تم کھاتے ہو تو سب سے بڑے لقمے لیتے ہو۔ حضرت اُبُوالدَّرْدَاءؓ نے اس سے اِعراض فرمالیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت اُبُوالدَّرْدَاءؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت اُبُوالدَّرْدَاءؓ نے کہا اللہ اسے معاف فرمائے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ان سے جو بات بھی سُنیں ہر بات پر ان کی پکڑ کریں؟ جس آدمی نے حضرت اُبُوالدَّرْدَاءؓ کو یہ باتیں کہی تھیں حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کا گلا گھونٹا اور اسے کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اس آدمی نے کہا ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۱)

بھی میری اس بات کے بعد کوئی اور بات کہے گا وہ بہتان باندھنے والا شمار ہوگا اور ایسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی۔[1]

حضرت زیاد بن علاقہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے یہ (یعنی حضرت عمرؓ) ہمارے نبیؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے بہترین ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ اسے کوڑے سے مارنے لگے اور فرمانے لگے یہ منحوس غلط کہہ رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ مجھ سے، میرے باپ سے، تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر ہیں۔[2]

حضرت ابوزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! کیا بات ہے کہ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکرؓ کو آگے کر دیا حالانکہ آپ ان سے زیادہ فضائل والے اور ان سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور آپ کو بڑی سبقت حاصل ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تو قریش قبیلہ کا ہے تو میرے خیال میں تو قریش قبیلہ کی شاخ عائذہ کا ہے اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا اور اگر تو زندہ رہا تو تجھے اس طرح ڈراؤں گا کہ تجھے اس سے بچ نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا تیرا ناس ہو! حضرت ابوبکرؓ کو چار صفات میں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔ ایک یہ کہ انہیں حضورؐ کی زندگی میں امام بنایا گیا۔ دوسری یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی اور تیسری یہ کہ ہجرت کے موقع پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے اور چوتھی یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا۔ تیرا ناس ہو! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام لوگوں کی مذمت کی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی تعریف بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔

(سورۃ توبہ آیت ۴۰)

ترجمہ: اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا، جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔[3]

---

[1] عند اللالکائی [2] عند خیثمۃ فی فضائل الصحابۃ کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۳۵۰) [3] اخرجہ خیثمۃ وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۳۵۵) واخرجہ البخاری عن ابن عمر بمعناہ کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۷)

کر رہے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت وحی میں بھیجی وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ۔ (سورت توبہ آیت ۶۵)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے [1]

حضرت جُبَیر بن نُفَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ لوگوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! ہم نے آپ سے زیادہ انصاف کا فیصلہ کرنے والا اور حق بات کہنے والا اور منافقوں پر آپ سے زیادہ سخت آدمی کوئی نہیں دیکھا لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ غلط کہہ رہے ہو ہم نے وہ آدمی دیکھا ہے جو حضورؐ کے بعد حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے عوف! وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت عوفؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں تم سب غلط کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والے تھے اور میں تو اپنے گھر والوں کے اونٹ سے زیادہ بچلا ہوا ہوں [2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ کچھ لوگ فلاں جگہ جمع ہیں اور وہ آپ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل بتا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا اور آدمی بھیج کر ان سب کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا اے بدترین لوگو! اے قبیلے کے شریرو! اے پاکدامن عورت کو بگاڑنے والو! انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ ہمیں ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ ہم سے کیا غلطی ہوگئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ یوں ہی یہ سخت کلمات کہے پھر فرمایا تم لوگوں نے مجھ میں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ میں کیوں فرق ڈالا؟ (اور مجھے ان سے بہتر کیوں بتایا؟) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میری دلی تمنا ہے کہ مجھے جنت میں ایسی جگہ ملے جہاں سے مجھے حضرت ابو بکرؓ تا حدِ نگاہ نظر آتے رہیں [3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اُمت کے نبیؐ کے بعد ان میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں لہذا جو

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۰) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۰) فضائل الصحابۃ قال ابن کثیر اسنادہ صحیح کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۵۰) [3] عند اسد بن موسیٰ۔

کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اینٹ لے کر اسے ماری اور فرمایا کیا تم مجھے حضرت عبداللہ سے مُتنفر کرنا چاہتے ہو؟[1]

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی کا حضرت اُمّ سلمہؓ رضی اللہ عنہا پر کوئی حق تھا اس نے حضرت اُمّ سلمہؓ کی مخالفت پر قسم کھالی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایسے تیس کوڑے لگوائے کہ اس کی کھال پھٹ گئی اور سُوج گئی۔[2]

حضرت اُمّ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ ابن سبا انہیں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتا ہے تو حضرت علیؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان سے کہا کیا آپ ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ کی تعظیم کرتا ہے اور آپ کو دوسروں سے افضل قرار دیتا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا اتنی سزا دینا ہی کہ میں جس شہر میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔[3]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن سَوْد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درجہ کو کم بتاتا ہے تو انہوں نے تلوار منگوالی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کی تو فرمایا جس شہر میں میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اسے ملک بدر کرکے ملک شام بھیج دیا۔[4]

حضرت کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا آپ تمام انسانوں سے بہتر ہیں حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تو نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ میں نے حضورؐ کو دیکھا ہے تو پھر تو میں تمہیں قتل کردیتا اور اگر تم کہتے کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تم پر حدِ شرعی جاری کردیتا (کیونکہ تم نے جو کہا ہے یہ بُہتان ہے بُہتان باندھنے کی سزا دیتا)۔[5]

---

[1] اخرجہ یعقوب بن سفیان وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۵۵) [2] اخرجہ ابوعبیدفی الغریب وابوسفیان بن عیینۃ وابن ابی شیبۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱، ص ۶۵) [4] اخرجہ العشاری عن الحسن بن کثیر۔ [5] اخرجہ العشاری کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۰۷)

کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اینٹ لے کر اسے ماری اور فرمایا کیا تم مجھے حضرت عبد اللہ سے مُتنفّر کرنا چاہتے ہو؟ [1]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی کا حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا پر کوئی حق تھا اس نے حضرت اُمّ سلمہؓ کی مخالفت پر قسم کھالی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایسے تیس کوڑے لگوائے کہ اس کی کھال پھٹ گئی اور سُوج گئی [2]

حضرت اُمّ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ ابن سبا انہیں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتا ہے تو حضرت علیؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان سے کہا کیا آپ ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ کی تعظیم کرتا ہے اور آپ کو دوسروں سے افضل قرار دیتا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا اتنی سزا تو ضروری ہے کہ میں جس شہر میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا [3]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ عبد اللہ بن اسود حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درجہ کو کم بتاتا ہے تو انہوں نے تلوار منگالی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کی تو فرمایا جس شہر میں میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اسے مُلک بدر کرکے مُلک شام بھیج دیا [4]

حضرت کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا آپ تمام انسانوں سے بہتر ہیں حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تُو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تُو نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ میں نے حضورؐ کو دیکھا ہے تو پھر تو میں تمہیں قتل کر دیتا اور اگر تم کہتے کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تم پر حد شرعی جاری کر دیتا (کیونکہ تم نے جو کہا ہے یہ بُہتان ہے بُہتان باندھنے کی سزا دیتا) [5]

---

[1] اخرجہ یعقوب بن سفیان وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۵۵) [2] اخرجہ ابو عبید فی الغریب و ابو سفیان بن عیینۃ واللالکائی کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۰) [3] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۸ ص ۲۵۳) [4] اخرجہ العشاری وللالکائی کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۷) [5] اخرجہ العشاری عن الحسن بن کثیر۔

کی رائے مبارک کے کچھ بھی خلاف نہیں کیا کرتے تھے اور حضورؐ بھی کسی کی رائے کو ان دونوں حضرات کی رائے جیسا وزنی نہ سمجھتے تھے اور حضورؐ کو ان دونوں سے جتنی محبت تھی اتنی کسی اور سے نہ تھی حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ ان دونوں سے بالکل راضی تھے اور (اس زمانے کے) تمام لوگ بھی ان سے راضی تھے۔ پھر حضورؐ کی آخر زندگی میں، حضرت ابوبکرؓ کو نماز کی ذمہ داری دی گئی پھر جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو دنیا سے اُٹھا لیا تو مسلمانوں نے ان پر نماز کی ذمہ داری کو برقرار رکھا بلکہ ان پر زکوٰۃ کی ذمہ داری بھی ڈال دی کیونکہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہمیشہ اکٹھا ہی آتا ہے بنوعبدالمطلب میں سے میں سب سے پہلے ان کا نام (خلافت کے لیے) پیش کرنے والا تھا۔ انہیں تو خلیفہ بننا سب سے زیادہ ناگوار تھا بلکہ وہ تو چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی اور ان کی جگہ خلیفہ بن جائے۔ اللہ کی قسم! (حضورؐ کے بعد) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے وہ ان میں سے سب سے بہترین تھے۔ سب سے زیادہ شفیق، سب سے زیادہ رحم دل اور بڑے عقلمند اور پُختہ انسان اور سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شفقت اور رحم دلی میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے ساتھ اور معاف کرنے اور وقار سے چلنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ وہ (خلیفہ بن کر) بالکل حضورؐ کی سیرت پر چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے مشورہ کرکے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا کچھ لوگ ان کی خلافت پر راضی تھے کچھ راضی نہیں تھے۔ میں ان میں سے تھا جو ان کی خلافت پر راضی تھے لیکن اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے ایسے عمدہ طریقے سے خلافت کا کام سنبھالا کہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے وہ سب لوگ بھی ان کی خلافت پر راضی ہوچکے تھے جو شروع میں راضی نہیں تھے اور وہ امر خلافت کو بالکل حضورؐ کے اور حضورؐ کے ساتھی یعنی حضرت ابوبکرؓ کے نہج پر لے کر چلے اور وہ ان دونوں حضرات کے نشان قدم پر اس طرح چلے جس طرح اُونٹ کا بچہ اپنی ماں کے نشانِ قدم پر چلتا ہے اور وہ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ کے بعد رہ جانے والوں میں سب سے بہترین تھے اور بڑے مہربان اور رحم دل تھے ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کرتے

کی رائے مبارک کے کچھ بھی خلاف نہیں کیا کرتے تھے اور حضورؐ بھی کسی کی رائے کو ان دونوں حضرات کی رائے جیسا وزنی نہ سمجھتے تھے اور حضورؐ کو ان دونوں سے جتنی محبت تھی اتنی کسی اور سے نہ تھی حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ ان دونوں سے بالکل راضی تھے اور (اس زمانے کے) تمام لوگ بھی ان سے راضی تھے۔ پھر حضورؐ کی آخر زندگی میں، حضرت ابوبکرؓ کو نماز کی ذمہ داری دی گئی پھر جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو دنیا سے اُٹھا لیا تو مسلمانوں نے ان پر نماز کی ذمہ داری کو برقرار رکھا بلکہ ان پر زکوٰۃ کی ذمہ داری بھی ڈال دی کیونکہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہمیشہ اکٹھا ہی آتا ہے بنو عبدالمطلب میں سے ہمیں سب سے پہلے ان کا نام (خلافت کے لیے) پیش کرنے والا تھا۔ انہیں تو خلیفہ بنانا سب سے زیادہ ناگوار تھا بلکہ وہ تو چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی اور ان کی جگہ خلیفہ بن جائے۔ اللہ کی قسم! (حضورؐ کے بعد) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے وہ ان میں سے سب سے بہترین تھے۔ سب سے زیادہ شفیق، سب سے زیادہ رحم دل اور بڑے عقلمند اور متقی انسان اور سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شفقت اور رحم دلی میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے ساتھ اور معاف کرنے اور وقار سے چلنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ وہ (خلیفہ بن کر) بالکل حضورؐ کی سیرت پر چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے مشورہ کر کے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا کچھ لوگ ان کی خلافت پر راضی تھے کچھ راضی نہیں تھے۔ میں ان میں سے تھا جو ان کی خلافت پر راضی تھے لیکن اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے ایسے عمدہ طریقے سے خلافت کا کام سنبھالا کہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے وہ سب لوگ بھی ان کی خلافت پر راضی ہو چکے تھے جو شروع میں راضی نہیں تھے اور وہ امر خلافت کو بالکل حضورؐ کے اور حضورؐ کے ساتھی یعنی حضرت ابوبکرؓ کے نہج پر لے کر چلے اور وہ ان دونوں حضرات کے نشان قدم پر اس طرح چلے جس طرح اُونٹ کا بچہ اپنی ماں کے نشان قدم پر چلتا ہے اور وہ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ کے بعد رہ جانے والوں میں سب سے بہترین تھے اور بڑے مہربان اور رحم دل تھے ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کرتے

کے کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دو بیٹیوں (کی شادی) کے بارے میں جو رائے تھی کیا اس سے بہتر کوئی رائے ہو سکتی ہے؟ ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ حضورؐ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تھے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں؛ حضورؐ استخارہ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضورؐ کے استخارہ کرنے پر اللہ تعالیٰ حضورؐ کے لیئے خیر اور بہتر صورت کا انتخاب کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ سے اپنی دو بیٹیوں کی جو شادی کی تھی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیئے خیر کا انتخاب کیا تھا یا نہیں؟ میں نے تمہاری گردن اڑا دینے کے بارے میں غور کیا تھا لیکن ابھی اللہ کو یہ منظور نہیں تھا۔ غور سے سنو! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہو گے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا [1]

حضرت سالم کے والد کہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے جن کی زبان میں کچھ مزدوری تھی جس کی وجہ سے ان کی بات صاف ظاہر نہیں ہوتی تھی انہوں نے (شکایت کے انداز میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی جماعت! یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کہا کرتے تھے (یعنی تینوں کا نام اکٹھا لیا کرتے تھے کیونکہ تمام صحابہؓ تینوں کی تعظیم کیا کرتے تھے) اب تو مال ہی مقصود ہو گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ اگر اسے مال دے دیں پھر تو حضرت عثمانؓ اسے پسند ہیں [2]

حضرت عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ پیدل جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہا تھا۔ حضرت سعد نے کہا تم ایسے لوگوں کو برا کہہ رہے ہو جنہیں اللہ کی طرف سے بہت سے فضائل و انعامات مل چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! یا تو تم انہیں برا کہنا چھوڑ دو نہیں تو میں تمہارے لیئے بددعا کروں گا اس نے جواب میں کہا یہ تو مجھے ایسے ڈرا رہے ہیں جیسے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۸) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۲۳۵) عن سالم۔

تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حق کو ان کی زبان پر اس طرح جاری کر دیا تھا کہ ہمیں نظر آتا تھا کہ فرشتہ ان کی زبان پر بول رہا ہے، ان کے اسلام کے ذریعہ اللہ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی اور ان کی ہجرت کو دین کے قائم ہونے کا ذریعہ بنایا اور اللہ نے مومنوں کے دل میں ان کی محبت اور منافقوں کے دل میں ان کی ہیبت ڈالی ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دشمنوں کے بارے میں سخت دل اور سخت کلام ہونے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اور کافروں پر دانت پیسنے اور سخت ناراض ہونے میں حضرت نوح کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ اب بتاؤ تمہیں کون ان دونوں جیسا لاکر دے سکتا ہے؟ ان دونوں کے درجے کو وہی پہنچ سکتا ہے جو ان سے محبت کرے گا اور ان کا اتباع کرے گا۔ جو ان دونوں سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے والا ہے اور میں اس سے بری ہوں۔ اگر ان دونوں حضرات کے بارے میں میں یہ باتیں پہلے کہہ چکا ہوتا تو میں ان کے خلاف بولنے والوں کو آج سب سے سخت سزا دیتا۔ لہٰذا میرے آج کے اس بیان کے بعد جو اس جرم میں پکڑ کر میرے پاس لایا جائے گا اس کو وہ سزا ملے گی جو بہتان باندھنے والے کی سزا ہوتی ہے۔ غور سے سن لو اس اُمت کے نبیؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہترین حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر اللہ ہی جانتے ہیں کہ خیر اور بہتری کہاں ہے۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اللہ تعالیٰ میری اور تم سب لوگوں کی مغفرت فرمائے۔[1]

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگ میں ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا تمہیں اس کا کہاں سے پتہ چلا؟ اس آدمی نے کہا کیونکہ انہوں نے بہت سے نئے کام کئے ہیں حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تمہاری کوئی بیٹی ہو تو کیا تم اس کی شادی بغیر مشورے

---

[1] عند فیشہ وللکائی وابی الحسن البغدادی والشیرازی وابن مندہ وابن عساکر کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۶ ص ۴۴۶)

حضرت رُبَاح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُغیرہ رضی اللہ عنہ بڑی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور کوفے والے ان کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے حضرت سعید بن زید نامی ایک صحابی تشریف لائے۔ حضرت مُغیرہ نے انہیں سلام کیا اور تخت پر اپنے پیروں کے قریب انہیں بٹھایا اتنے میں کوفہ کا ایک آدمی آیا اور بُرا بھلا کہنے لگ گیا حضرت سعید نے پوچھا اے مُغیرہ! یہ کسے بُرا بھلا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت سعید نے کہا اے مُغیرہ بن شعبہؓ! اے مُغیرہ بن شعبہؓ! اے مُغیرہ بن شعبہؓ! کیا میں سُن نہیں رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو آپ کے سامنے بُرا بھلا کہا جا رہا ہے اور آپ نہ اس پر انکار کر رہے ہیں اور نہ اسے بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میرے کانوں نے حضورؐ سے سُنی ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا ہے اور میں حضورؐ سے غلط بات نقل نہیں کر سکتا کیونکہ میں غلط بات نقل کروں گا تو کل قیامت کے دن جب آپ سے میری ملاقات ہوگی تو حضورؐ مجھ سے اس غلط بات کے بارے میں پوچھیں گے حضورؐ نے فرمایا ہے! ابوبکرؓ جنت میں جائیں گے عمرؓ جنت میں جائیں گے، عثمانؓ جنت میں جائیں گے علیؓ جنت میں جائیں گے طلحہؓ جنت میں جائیں گے، زبیرؓ جنت میں جائیں گے عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں جائیں گے سعد بن مالکؓ جنت میں جائیں گے اور نویں نمبر پر اسلام لانے والا جنت میں جائے گا اگر میں اس کا نام لینا چاہتا تو لے سکتا تھا اس پر مسجد والوں نے شور مچا دیا اور قسم دے کر پوچھنے لگے اے رسول اللہ کے صحابی! وہ نواں آدمی کون ہے؟ انہوں نے فرمایا تم مجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھ رہے ہو اور اللہ بہت بڑے ہیں نواں مسلمان میں ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں۔ پھر انہوں نے ایک اور قسم کھا کر کہا ایک آدمی کسی موقع پر حضورؐ کے ساتھ رہا ہو جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوا ہو اور تمہیں حضرت نوحؑ کی عمر مل جائے تو بھی یہ عمل تمہاری زندگی کے تمام اعمال سے زیادہ افضل ہوگا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ظالم مازنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے جانے لگے تو حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت مُغیرہؓ نے خطیب لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنے میں لگا دیا۔ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا یہ دیکھ کر حضرت سعیدؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر میرا ہاتھ

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۵)

کہ یہی ہوں۔ حضرت سعدؓ نے یہ بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر یہ ان لوگوں کو بُرا کہہ رہا ہے جنہیں تیری طرف سے بہت سے فضائل وانعامات مل چکے ہیں تو تُو اسے عبرتناک سزا دے۔ چنانچہ ایک بختی اُونٹنی تیزی سے آئی لوگ اسے دیکھ کر اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ اس اونٹنی نے اس آدمی کو روند ڈالا (اور اسے مار ڈالا) مَیں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعدؓ کے پیچھے پیچھے جارہے تھے اور کہہ رہے تھے اے ابواسحاق! اللہ نے آپ کی دعا قبول کرلی۔ حضرت مُصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا تو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ایک اُونٹ یا اونٹنی نے آکر اسے مار ڈالا۔ اس پر حضرت سعدؓ نے ایک غلام آزاد کیا اور یہ قسم کھالی کہ آئندہ کسی کے لیے بددعا نہیں کیا کریں گے۔[1]

حضرت قَیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں مدینہ کے ایک بازار میں چلا جارہا تھا جب میں اَحجارُ الزَّیت مقام پر پہنچا تو مَیں نے دیکھا بہت سے لوگ جمع ہیں اور ایک آدمی اپنی سواری پر بیٹھا ہُوا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے لوگ اس کے چاروں طرف کھڑے ہیں اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آکر وہاں کھڑے ہوگئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے حضرت سعدؓ آگے بڑھے لوگوں نے انہیں راستہ دیا۔ انہوں نے اس آدمی کے پاس کھڑے ہوکر کہا او فلانے! تو کس وجہ سے حضرت علی بن ابی طالب کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے؟ کیا وہ سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوئے؟ کیا انہوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے بڑے زاہد اور سب سے بڑے عالم نہیں تھے؟ ان کے اور بہت سے فضائل ذکر کیے اور یہ بھی کہا کیا وہ حضورؐ کے داماد نہیں تھے؟ کیا غزوات میں حضورؐ کا جھنڈا ان کے پاس نہیں ہوتا تھا؟ پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ! اگر یہ آدمی تیرے ایک دوست کو بُرا کہہ رہا ہے تو ان لوگوں کے بکھرنے سے پہلے ان کو اپنی قدرت دکھا۔ چنانچہ ہمارے بکھرنے سے پہلے ہی اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی اس کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگے جس سے وہ سر کے بل ان پتھروں پر زور سے گرا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مر گیا۔[2]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵۴) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ [2] عند الحاکم (ج ۳ ص ۹۹) عند الحاکم ایضا قال الحاکم (ج ۳ ص ۱۰۰) وواقفہ الذہبی ہذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔ اھ واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۶) عن ابن المسیب نحو السیاق الاول۔